خواتین کا علمی ادبی اصلاحی جریدہ

ماہنامہ چمن بتول لاہور

جون ۲۰۱۶ء شعبان/رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ

جلد: 14 شمارہ: 10

مجلس ادارت

نگران ثریا اسماء

مدیرہ صائمہ اسماء

نائب مدیرہ آسیہ راشد

قیمت 40روپے

سالانہ 400روپے

امریکہ، کینیڈا	2800 روپے
یورپ، مشرق وسطی	2000 روپے
بنگلہ دیش، ایران، بھارت	1900 روپے

نوٹ: خط و کتابت اور بدل اشتراک ارسال کرتے ہوئے خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔

ڈاکٹر امتیاز علی پبلشرز نے میٹرو پرنٹرز سے چھپوا کر دفتر ادارہ بتول 14-F سید پلازہ، 30فیروزپور روڈ، لاہور سے شائع کیا۔

پتہ برائے ادارتی امور:

28۔اے الفا سوسائٹی کینال روڈ، پوسٹ آفس نیو کیمپس

لاہور۔54590فون: 35293624-35293604

ای میل: idarabatool@yahoo.com

ویب سائٹ: www.batool.com.pk

پتہ برائے انتظامی و مالی امور:

ماہنامہ چمن بتول، کمرہ نمبر 14-F، سید پلازہ، 30فیروزپور روڈ،

لاہور۔54600 فون: 0321-5933338-042-37424409

chamanebatool7585@gmail.com

کراچی بیورو:

C/O بلال ایسوسی ایٹس۔ مختار گوہر E-261 ای مارکیٹ

بلاک 6 پی ای سی ایچ ایس کراچی

فون: 021-35313695/6

فیکس: 021-35313697 مختار گوہر۔0321-8750587

ای میل: syedmgh2013@gmail.com

فہرست

اداریہ	ابتدا تیرے نام سے	صائمہ اسما	6
انوار ربانی	کرپشن کی ہمہ گیری	میر بابر مشتاق	8
قولِ نبیؐ	رمضان المبارک، ماہ محبت	ڈاکٹر کلثوم	15
خاص مضمون	سیدِ انسانیتؐ اور حقوقِ نسواں	پروفیسر محمد اکرم طاہر	20
	بچوں کے ساتھ ماہ رمضان اور عید الفطر	رمانہ عمر	28
نوائے شوق	وہ دن بھی کچھ دور نہیں	آمنہ رمیضا زاہدی	34
	غزل	کرامت بخاری	35
	غزل	صہیب اکرام	35
	غزل	ذکیہ فرحت	36
	غزل	نیرّ کاشف	37
	خاموشی کا شور	نیرّ کاشف	37
حقیقت وافسانہ	دامن کو ذرا دیکھ!	قانتہ رابعہ	38
	مجھے گھر جانا ہے (۳)	ربعہ ندرت	42
	باخبر رہنا	ناصرہ عبیداللہ	46
	آخری کانٹا	آسیہ عمران	50
بتول فائل	شب زندگی	ثریا اسما	54
سفرِ سعادت	اللہ کا مہمان	حبیب الرحمن	58
خفتگانِ خاک	میرا بھائی ڈاکٹر نعیم اقبال	سعدیٰ مقصود	62
روداد	باتوں سے خوشبو آئے	عالیہ شمیم	66
حسن معاشرت	عید کیسے منائیں!	ڈاکٹر ممتاز عمر	68
نہاں خانۂ دل	ٹوارشتہ	صائمہ راحت	69
محشر خیال	افشاں نوید، کرامت بخاری، فاطمہ گیلانی، روبینہ اعجاز		70
زندگی کا فن	وقت زندگی ہے	مہوش تقی	72
بتول میگزین	شاہدہ ناز قاضی، ثریا بتول علوی، آمنہ منظور، صوفیہ ڈار، مزنہ سید روبینہ عاطف، بنت حوا		74
گوشۂ تسنیم	روزے کا اصل مقصد	ڈاکٹر بشریٰ تسنیم	79

ابتدا تیرے نام سے

قارئینِ کرام! ماہِ صیام کی آمد مبارک ہو۔ اللہ کرے ہم دنیا و آخرت کی تمام بھلائیاں حاصل کرنے کے اس قیمتی موقع سے کما حقہ فائدہ اٹھا سکیں، آمین۔

پاکستان سے وفاداری کے سنگین جرم میں ایک اور اقراری مجرم تختۂ دار پر کھینچ دیا گیا۔ جس کے نصیب میں شہادت کا مرتبہ پانا لکھا ہو وہ نصف صدی بعد بھی رتبہ پا کر رہتا ہے۔ اور جس کے نصیب میں سیہ بختی لکھ دی گئی اس نے اس سانحے کے نصف صدی بعد بھی اپنی خون آشامی سے اپنا مقدر تاریک کر لیا۔

ادب سے اس نعش کو اتارو
یہ لاشہ رحمان کا مطیع ہے
مجھے تو ایسے ہی لگ رہا ہے
کہ جیسے پیارا سا کوئی بچہ اتر کے جھولے سے سو گیا ہو
سکوں کی وادی میں کھو گیا ہو
وہ تیز قدموں سے خود ہی چل کے افق کے اس پار جا چکا ہے
گلے میں فتح مبیں کی مالا
وہ اپنی منزل کو پا چکا ہے
میں اس کی فرقت میں پا شکستہ بس ایک مصرع ہی کہہ سکا ہوں
سقوطِ ڈھاکہ تو اب ہوا ہے!

امیر جماعت اسلامی بنگلہ دیش مطیع الرحمان نظامی کو پاکستان سے محبت کے پینتالیس سال پرانے جرم کی سزا موت کی صورت میں دی گئی۔ اور مرے تھے جن کے لیے وہ تو وضو کا بھی تکلف کرنے کے روادار نہ نکلے، اور ایک کمزور سے احتجاج پر بات ختم کر دی۔ البتہ پاکستان کی وحدت کے لیے جو جانوں کے نذرانے دیتے رہے، ملک کے دولخت ہونے کے صدمے نے ایک بار پھر ان کے دلوں کو چیر دیا اور پرانے زخموں سے تازہ لہو ٹپکنے لگا۔ ہماری بے حسی اور مجرمانہ خاموشی کا یہ شاخسانہ ہے کہ اب اگلے قدم کے طور پر بنگلہ دیش میں پاک فوج پر علامتی مقدمے چلائے جا رہے ہیں۔

اس وقت ایک مخصوص لابی نے اسلامی نظریاتی کونسل کے خلاف ایک محاذ کھڑا کر رکھا ہے۔ یہاں تک کہ اس کو ضیا دور کی باقیات قرار دے کر ختم کرنے کا مطالبہ کیا جا رہا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ملکی قانون سازی میں اسلامی نظریے کی یقین دہانی کے لیے ایک ادارے کے قیام کی تجویز ۱۹۵۶ء کے آئین میں دی گئی تھی۔ اسلامی کمیشن کے نام سے یہ ادارہ ایک سال کے اندر اندر بننا تھا۔ بعد ازاں ۱۹۶۲ء کے آئین کی دفعہ ۱۹۹ کے تحت مشاورتی کونسل برائے اسلامی نظریہ کے نام سے یکم اگست ۱۹۶۲ء کو اس کا قیام عمل میں لایا گیا۔ پھر ۱۹۷۳ء کے آئین کی دفعہ ۲۲۸ کے تحت اس کا نام اسلامی نظریاتی کونسل بنا۔ اس کے فرائض میں سرفہرست قانون ساز اداروں کو ایسے قوانین بنانے کے لیے سفارشات دینا ہے جن سے شہری اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگیاں قرآن و سنت کے مطابق ڈھالنے کے قابل ہو سکیں۔ اس کا کام یہ دیکھنا بھی ہے کہ ملک میں بننے والے قوانین قرآن و سنت کے منافی نہ ہوں، نیز کونسل کسی نئے بننے والے قانون کے بارے میں حکومت کی جانب سے رائے مانگنے پر اسلام کے مطابق رہنمائی بھی دے۔ اس مقصد کو سامنے رکھ کر کونسل کوئی بل اسمبلیوں کو تجویز بھی کر سکتی ہے۔

اس لحاظ سے دیکھا جائے تو پنجاب اسمبلی کے بل کے جواب میں کونسل کی جانب سے متبادل تحفظ نسواں بل تیار کیا جانا اس کے دائرہ کار کے عین مطابق ہے۔ یہ اچھی بات ہے کہ پنجاب حکومت اپنے بل پر کونسل کی تجاویز کی روشنی میں ترمیم کے لیے تیار ہے۔ آئینی طور پر حکومت اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کو اہمیت دینے کی پابند ہے۔ کونسل نے پنجاب اسمبلی کے بل کو گھروں کے استحکام کے خلاف قرار دیا تھا۔ ابھی تک مجوزہ بل کی ۱۶۳ دفعات میں سے ۴۰ دفعات پر کام ہوا

ہے۔ جو دفعات سامنے آئی ہیں ان میں زیادہ تر دفعات ہماری اقدار روروایات کے تناظر میں خواتین کے تحفظ کو یقینی بناتی ہیں اور ان کو دیے گئے شرعی حقوق کی ادائیگی پر زور دیتی ہیں۔ اس میں کیا شک ہے کہ اسلامی معاشرے میں غیر اسلامی علاقائی رسوم ورواج کے نام پر عورتوں پر ظلم بند ہونا چاہئے۔ تیزاب پھینکنے کے واقعات کے ساتھ سختی سے نبٹا جانا چاہئے۔ حقِ ملکیت، حق نکاح وخلع، حق مذہب، اکٹھی تین طلاقوں پر پابندی یہ سب اس بل کی بے حد اہم دفعات ہیں۔ ہمارا آئین ان میں سے بہت سے حقوق کا ضامن بھی ہے مگر عملدرآمد نہیں ہوتا۔ اس کی بجائے خواہ مخواہ معاشرے کو تقسیم کرنے اور مغرب کو خوش کرنے کے لیے نئے نئے بل لائے جاتے ہیں۔ اسی طرح میڈیا میں عورت کے فحاشی کے لیے استعمال کی ممانعت اور روزگار کمانے کے لیے مشقت بھرے کاموں سے عورتوں کو بچانے پر بھی کوئی دورائیں نہیں ہوسکتیں۔ ماں کے دودھ کے متبادل کے طور پر فارمولا ملک کے اشتہارات پر پابندی تو جدید دنیا میں کبھی کی لگ چکی ہے۔ مخلوط تعلیم کے نتائج دیکھ کر کئی مغربی ملکوں میں بچیوں کے لیے الگ ادارے بن رہے ہیں۔ اجتماعی زندگی میں عورتوں کی شمولیت اور اپنی پیشہ ورانہ صلاحیتوں کا استعمال تو بعینہ وہ مطالبہ ہے جو عورتوں کے حقوق کے علمبردار کرتے رہتے ہیں۔ اور یہ بھی درست کہ جنگوں میں شمولیت کا تقاضا عورتوں سے نہیں کیا جاسکتا۔

البتہ جو ایک جملہ مخالفت کا بہانہ بن گیا، اس سے اعراض کرنا بہتر تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے واضح طور پر فرمایا تھا کہ عورتوں پر ہاتھ اٹھانے والے تم میں سے اچھے لوگ نہیں ہیں۔ رویے یا زبان کے جواب میں ہاتھ اٹھانا کسی طرح بھی اسلام کی اخلاقی تعلیمات سے ہم آہنگ نہیں ہوسکتا۔ خود نبیؐ مہربان اور آپ کے ساتھیوں کا طرزِ عمل اس پر گواہ ہے۔ یہ وہ دین ہے جو غصے کو حرام قرار دیتا ہے اور دشمن کو بھی معاف کردینے پر آمادہ کرتا ہے، انسان کے اچھا ہونے کی سند اس کے گھر والوں اور خصوصاً بیوی کے ساتھ حسنِ سلوک پر منحصر کرتا ہے۔ گھروں کی پائیداری ہاتھ اٹھانے میں نہیں، بلکہ بلند اخلاق دکھانے میں مضمر ہے۔ ایک مضبوط شخصیت کو بات منوانے کے لیے اونچا بولنے اور جسمانی طاقت کا مظاہرہ کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ انسانی فطرت کو دیکھتے ہوئے اسلام بہت سے معاملات میں الف سے یے تک پورا پھیلاؤ دیتا ہے تاکہ وقت اور معاشرت کی ضروریات کے مطابق اصول طے کیے جاسکیں۔ ہمارے ہاں جہالت اور دین سے دوری کے جو حالات ہیں، ایسے میں مردوں کے لیے ہاتھ اٹھانے کا جواز بیان کرنے کی بجائے اسکی مذمت بیان کی جاتی تو زیادہ حسب حال ہوتا۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے ہاں گھر مار پیٹ سے بستے نہیں بلکہ ٹوٹتے ہیں۔ غصے پر قابو پانے اور معاملات کو افہام وتفہیم سے حل کرنے سے شرحِ طلاق کم ہوگی اور خاندان کو استحکام ملے گا۔

بدقسمتی سے ہمارا الیکٹرانک میڈیا اس وقت مکمل طور پر سیکولر لابی کے ہاتھوں میں یرغمال بنا ہوا ہے۔ اسلامی نظریاتی کونسل کے معزز اراکین کو تمام تر حالات پر نظر رکھتے ہوئے کام کرنے کی ضرورت ہے۔ ابھی ان نکات کی حیثیت ذاتی رائے کی ہے۔ تمام ممبران کی منظوری کے بعد یہ اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کہلائیں گی۔ ایسی صورت میں ادھورے کام کو تیاری کے بغیر میڈیا کے سامنے لانا مناسب نہیں تھا۔ نیز ہماری استدعا ہے کہ اسلامی احکام پر قانون سازی تجویز کرتے ہوئے تدریج اور حکمت کے اصول کو مدنظر رکھا جائے۔ کوئی ایسی بات نہ ہو جس سے کونسل کے کردار کو محدود کرنے کے مطالبے کو تقویت ملے۔ اسلام اس ملک کی اساس ہے، اس کے وجود کی بنیاد ہے اور اس بنیاد کو نقصان پہنچنا ملک کی سالمیت کو نقصان پہنچنے کے مترادف ہے۔

بلوچستان کے سرحدی علاقے نوشکی میں امریکہ نے ڈرون حملہ کرکے طالبان لیڈر ملا منصور کو نشانہ بنایا۔ پاکستان نے اس اقدم کو ناجائز، ناقابل قبول، بین الاقوامی قانون کی خلاف ورزی اور پاکستان کی جغرافیائی حدود کی پامالی قرار دیا۔ اگر اپنی جغرافیائی حدود کی پہلی امریکی خلاف ورزی پر ہم اٹھ کر کھڑے ہوجاتے تو آج ہمیں یہ دن دیکھنا ہی نہ پڑتا۔ آج ہمارے قبول نہ کرنے سے کس کو فرق پڑتا ہے! امریکہ نے شروع دن سے یہ پالیسی رکھی ہے کہ امن کی بات چیت کو کامیاب نہ ہونے دیا جائے۔ کمانڈر نیک محمد سے لے کر بیت اللہ محسود تک امریکہ کی جانب سے مذاکرات کے ماحول کو ڈرون حملوں سے ناکام بنانے کی ایک انمٹ تاریخ موجود ہے۔ اب جبکہ پاکستان نے ضربِ عضب کے ذریعے حالات پر قابو پایا ہے، اور افغانستان میں ملا منصور کی سربراہی میں افغان طالبان کے ساتھ امن عمل جاری تھا، تو اسی کو امن میں رکاوٹ قرار دے کر پاکستان کی حدود میں رستے سے ہٹا دیا گیا، یوں ایک بار پھر مذاکرات کے اگلے دور کو سبوتاژ کیا گیا ہے۔ خطے میں امریکی عزائم کی روشنی میں ہمیں اپنے فیصلے خود اپنے مفادات کے مطابق کرنے ہوں گے۔

بہت سے قارئین کو اگلا پرچہ ملنے تک عید الفطر کا موقع آچکا ہوگا، لہٰذا عید کی مبارکباد بھی قبول کیجیے۔

دعا گو

صائمہ اسما

ڈاکٹرام کلثوم

رمضان المبارک، ماہِ محبت

روزہ قلب کے ایمان اوریقین کا اظہار ہے، کسی اصول اور ضابطہ سے وابستگی کا اعلان ہے، یہ بھی مطالبات کو منضبط کر کے روحانی قوتوں کو بیدار اور فعال کرتا ہے۔ دنیا سے بے رغبتی اور ضبط نفس کے ذریعہ زہدوتقویٰ کے حصول کو آسان بناتا ہے۔ گیان، دھیان اور مجاہدہ ایسا سکون واطمینان نصیب کرتے ہیں کہ پھر اعلیٰ مقاصد اور منازل تک پہنچنے میں حائل رکاوٹیں دور ہوتی چلی جاتی ہیں۔

گھوڑوں کو جنگی مقاصد کے لئے تیار کرنے میں ''صوم'' کا کردار ہمیشہ سے مسلم رہا ہے۔ اعلیٰ صلاحیتوں کی حامل پیشہ ورفوج کی تیاری میں ہتھیاروں سے زیادہ ہتھیار کے پیچھے بیٹھے انسان کی تیاری اہم رہی ہے۔ انسان جسم کی بنیادی ضروریات وخواہشات بھوک، پیاس، نیند، سماجی تعلقات کا انضباط اہم سمجھا جاتا ہے۔ فوج کا سب سے حساس شعبہ سپیشل سروسز گروپ (SSG) ایسے کمانڈو تیار کرتا ہے جن کی تربیت میں جسمانی ضروریات کے کنٹرول کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔ جسمانی خواہشات کا یہ انضباط جسم کو ایسی قوت عطا کرتا ہے کہ وہ بڑے بڑے کٹھن معرکے سرکرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔

اسلام بندۂ مومن کو جن اعلیٰ مقاصد کے حصول کے لئے تیار کرتا ہے وہ ان مقاصد سے کہیں ارفع واعلیٰ اور عظیم الشان ہیں جن کے لئے ایک فوجی کمانڈو تیار کیا جاتا ہے وہ کسی قوم اور ملک کی سربلندی کے لئے نہیں اپنے محبوب رب کی کبریائی کے لئے جدوجہد کرتا ہے، اس کی نظر فانی دنیا کے مفاد پر نہیں آگے کی منزلوں پر ہے۔ چنانچہ وہ خشک دیہاڑوں، تپتے صحراؤں اور گہرے سمندروں میں محبوب کی رضا کے مقام جنت کی خوشبو محسوس کرتا ہے۔

اسلام کا ''صوم'' بندۂ مومن کو اپنے محبوب رب کے سامنے سرتسلیم خم کرنا سکھاتا ہے۔ وہ محبوب کے حلال وحرام سے واقف ہے۔ حرام سے تو اجتناب کرتا ہی ہے۔ محبوب کے حکم پر اپنی حلال خواہشات و ضروریات کو چھوڑ دینے پر تیار ہے۔

قرآن اس احساس اور مقام کو ''تقویٰ'' کہتا ہے۔ ''تقویٰ'' روزے کا انعام ہے۔ آقا اور مالک کی طرف سے انعام! کہ تم روزے کی برکت سے میرے دوست بن جاؤ گے، میں تمہاری غلامی پر اپنی دوستی کا تاج رکھ دوں گا، یہ وہ اعلیٰ ترین مقام ومرتبہ ہے جس پر مخلوق میں کوئی پہنچ سکتا ہے۔ مالکِ کائنات کے تقرب کا میدان!

ہر مذہب میں اعلیٰ روحانی مدارج کے طالبین ''ترک لذات'' کو بنیادی ضرورت اور خوبی سمجھتے ہیں، اسلام اعلیٰ مدارج کے حصول کے لئے ترک لذات یا ترک تعلقات کا راستہ تجویز نہیں کرتا۔ بلکہ تمام لذات، خواہشات، جذبات اور تعلقات کو اپنے ''محبوب'' رب کے تابع کرتا ہے۔ طعام (کھانا پینا)، کلام (گفتگو)، منام (نیند) اور اختلاط مع الانعام (لوگوں کے ساتھ میل جول) انسان کی بنیادی ضرورتیں ہیں، ان ضروریات کے حصول کے ذریعہ ہی وہ اپنے جذبات کی تسکین کرتا ہے۔ زندگی سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ اسلام ان سب کو محبوب رب کے حکم سے منضبط کرتا ہے۔ اللہ جل جلالہ کے مقرر کردہ ضابطہ کو پھر کوئی عالم، کوئی درویش، کوئی لیڈر، کوئی پارلیمنٹ کوئی بین الاقوامی ادارہ تبدیل نہیں کر سکتا۔ کسی طرح کے معاشی حالات یا معاشرتی ذمہ داریاں ان میں ترمیم وتبدل کی مجاز نہیں، امیر، غریب ہر ایک کے لئے یکساں واجب التعمیل!

نبیؐ نے خواہشات کے پیچھے بھاگتے انسان کی کمزوری کو ان الفاظ میں بیان فرمایا:

''مجھے اپنی امت کے بارے میں سب سے زیادہ اندیشہ بسیار

خوری، نیند کی زیادتی، کاہلی اور ضعیف الاعتقادی کا ہے‘‘ (کنزالعمال، المندی ۳/۶۰/۴)

گویا غفلت کی زندگی گزارنے والا نادان انسان اپنی خواہش کو اپنا ’’معبود‘‘ بناتے ہوئے اپنے قیمتی اوقات کھانے پینے، نینداور کاہلی کی نذر کر دیتا ہے۔ یہ طرزِ عمل اسے اولوالعزم، عالی حوصلہ بندہ مومن بننے میں حائل ہو جاتا ہے، اور وہ کارگاہِ حیات میں کوئی بڑا معرکہ سر نہیں کر پاتا۔ طاغوتی قوتوں سے مقابلہ کے لئے جس جوش و جذبہ کی ضرورت ہوتی ہے بہیمی خواہشات کا غلبہ ان کو نشوونما دینے میں سب سے بڑی رکاوٹ بن جاتا ہے۔ اللہ جل شانہٗ کے مقرب بندے خواہشات و لذات کے قفس عنصری سے نجات حاصل کر کے تقویٰ کا اعلیٰ مقام اور روحانی و قلبی حیات جاوداں پا لیتے ہیں۔

روزہ کے اہم ترین اجزا دو ہیں:

ایمان اور احتساب

نبی کریمؐ نے فرمایا:

مَنْ صَامَ رَمْضَانَ اِیْمَاناً وَّ اِحْتِسَاباً غُفِرَلَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ

’’جس نے ایمان اور احتساب کے ساتھ رمضان کے روزے رکھے، اس کے گزشتہ سب گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔‘‘ (بخاری)

ایمانی شعور کا مطلب ہے کہ آدمی جن حقیقتوں پر ایمان لایا ہے وہ اس کے ذہن میں تازہ ہوں۔ اللہ جل شانہٗ کی عظمت کا احساس، اس کے حضور جوابدہی کا تصور، اس کے وعدوں پر یقین، اس کے غضب سے بچنے کی فکر، اس کے عذاب کا خوف اور اپنے رب سے شدید محبت! اس لئے کہ اہل ایمان کی تو شان ہی یہ ہے:

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ

’’اور وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں اللہ سے بڑی شدید محبت کرتے ہیں۔‘‘ (البقرۃ۔۱۶۵)

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ سے جان پہچان رکھنے والا فرد اس سے بڑھ کر کسی سے محبت کر ہی نہیں سکتا۔ محبوب کی نظر التفات کی خاطر وہ سب کچھ قربان کر دیتا ہے محبوب کے وصل کی خواہش اس کے لئے ہر مشکل آسان کر دیتی ہے۔ اس راہ کی صعوبتیں اس کے لئے پھولوں کی سیج بن جاتی ہیں۔ زبان محبوب کی ثنا خواں ہوتی ہے چہرہ کسی مشکل پر شکوہ کناں نہیں ہوتا، محبوب کی خوشنودی کے حصول کا جذبہ اس کے ذوق و شوق کو مہمیز دیتا ہے، وہ اس محبت کے اظہار کے اہتمام میں کسی تساہل کو قریب نہیں پھٹکنے دیتا۔

رمضان کا مبارک مہینہ تو محبت کا مہینہ ہے، کہ اس مہینہ کی خاص عبادت ’’صوم‘‘ کو محبوب نے ’’صرف اپنے لئے‘‘ (الصوم لی) قرار دیا ہے، یہ مہینہ محبوب کی جانب سے انعامات کی تکمیل کا مہینہ ہے (اتممت علیکم نعمتی) اظہار تشکر کے طور پر محب اپنا آرام، لذات، تعلقات اور ترجیحات محبوب کے حکم کے تابع کر دیتا ہے۔ اوقات میں حلال کھانے سے بھی اجتناب کرتا ہے، ’’مردہ بھائی کا گوشت‘‘ بھی نہیں کھاتا۔ لایعنی امور، بے کار گفتگو، لغو محفلوں سے بچ کر رہتا ہے۔ اس لئے کہ اسے محبوب کی جانب سے یہ خبر پہنچتی ہے:

عن عبادة من صامت

ایک مرتبہ رسول اللہؐ نے رمضان المبارک کے قریب ارشاد فرمایا

:

’’تمہارے پاس رمضان آ گیا، برکت والا مہینہ!!

حق تعالیٰ اس میں تمہاری طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اپنی رحمت خاصہ نازل فرماتے ہیں دعاؤں کو قبول کرتے ہیں، تمہارے تنافس (باہم مقابلہ) کو دیکھتے ہیں اور ملائکہ کے سامنے فخر کرتے ہیں۔ پس اللہ کو اپنی نیکی دکھلاؤ۔ بدنصیب ہے وہ شخص جو اس مہینہ میں بھی اللہ کی رحمت سے محروم رہ جائے۔‘‘ (طبرانی)

اللہ عزوجل کے محبین اس خوش خبری پر جوش و جذبہ سے لبریز ہو جاتے ہیں، محبت کے اظہار میں ایک دوسرے کے مقابلہ میں بڑھ چڑھ کر کام کرتے ہیں، محبوب کے قرب و التفات کی حرص میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی خواہش رکھتے ہیں، خواہش کی شدت انہیں سراپا عمل بنا دیتی ہے، مغفرت اور رحمت الٰہی کے انعامات سمیٹنے

میں انہیں ایک لمحہ کی غفلت گوارا نہیں۔ محبوب رب ان کے جوش وجذبہ اور تقویٰ وتشکر کو دیکھتے ہوئے ان کے حوصلوں کو مزید مہمیز دیتا ہے:

''اور (اے نبیؐ) جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں سوال کریں تو (انہیں بتا دو کہ) یقیناً میں قریب ہی ہوں، پکارنے والا جب مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی پکار سنتا اور جواب دیتا ہوں۔ پس انہیں چاہیے کہ میری دعوت پر لبیک کہیں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ وہ ہدایت پائیں۔'' (البقرۃ۔۱۸۶)

"اُجِیبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَان" کی خبر اسے سرشار کر دیتی ہے، اس کی پکار کی لے بلند آہنگ ہو جاتی ہے یہ پکار اپنے محبوب رب کا التفات پانے کی ایک قوی تعبیر ہے، محبوب جو سنتا ہے اور مانگنے والوں کو عطا کرتا ہے بلکہ جو نہ مانگے اس پر ناراض ہوتا ہے۔

اِنَّہٗ مَنْ لَّمْ یَسْاَلِ اللّٰہَ یَغْضَبْ عَلَیْہِ

''بے شک جو اللہ سے سوال نہ کرے وہ اس سے ناراض ہوتا ہے'' (الترمذی)

مانگنے والا جس قدر عجز وانکساری، الحاح وزاری اختیار کرے محبوب اتنا ہی التفات فرماتا ہے۔ محبوب کو اپنا شوق اور محبت دکھانے کے لئے ''بھوکا پیاسا'' روزہ دار جب اسے پکارتا ہے، تو اسے اس کے منہ کی بو بھی مشک سے زیادہ بھلی معلوم ہوتی ہے۔

نعمتوں کی تکمیل کا یہ مبارک مہینہ درخواستیں جمع کروانے کا وقت ہے، مانگنے اور ہاتھ پھیلانے کا موقع ہے۔ آج ہر درخواست قبول کی جائے گی، آج جو ہاتھ پھیلایا جائے گا خالی نہ لوٹے گا، جو کاسہ اس کے حضور پیش کیا جائے گا بھر کر واپس آئے گا، مرادیں پوری ہوں گی، تقرب نصیب ہوگا۔ یوں تو سال کی ہر رات کے ایک پہر میں خصوصی التفات کا اعلان ہے، مگر رمضان المبارک کی قیمتی ساعتوں میں یہ فزوں تر ہو جاتا ہے۔

حضرت ابی سعیدؓ اور حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ یُمْھِلُ حَتّٰی اِذَا ذَھَبَ ثُلُثُ اللَّیْلِ الْاَوَّلُ نَزَّلَ اِلَی السَّمَاءِ الدُّنْیَا

اللہ تعالیٰ مہلت عطا فرماتے ہیں (سونے کے لئے) حتیٰ کہ رات کا تہائی حصہ گزر جاتا ہے تو آسمانِ دنیا پر نزول فرماتے ہیں۔

فَیَقُوْلُ اور کہتے ہیں

ھَلْ مِنْ مُّسْتَغْفِرٍ ؟ کیا کوئی مغفرت مانگنے والا ہے؟

ھَلْ مِنْ تَائِبٍ ؟ کیا کوئی توبہ کرنے والا ہے؟

ھَلْ مِنْ سَائِلٍ ؟ کیا کوئی سوال کرنے والا ہے؟

ھَلْ مِنْ دَاعٍ؟ کیا کوئی دعا کرنے والا ہے؟

حَتّٰی یَنْفَجِرُ الْفَجَرَ (یہ اعلان جاری رہتا ہے) حتیٰ کہ فجر ہو جاتی ہے (صحیح مسلم باب ۲۱۷ حدیث ۱۷۷۷)

درخواست گذار بندے اپنی بندگی اور عاجزی کا دم بھرتے ہوئے اپنے رب کے حضور لبیک کہتے ہیں۔ اس کے حضور دعا کی اپنی ادا اور اپنا ہی سلیقہ ہے اس کے ہر حکم کی اطاعت دعا ہے، تسبیح دعا ہے، حمد دعا ہے صلوٰۃ وزکوٰۃ دعا ہے، قربانی اور حج دعا ہے، ہجرت اور جہاد دعا ہے، طلبِ رزقِ حلال، والدین کی خدمت واطاعت، اقربا کے حقوق کی ادائیگی، سب دعائیں ہے۔ ہر حاجت کی طلب دعا ہے، وہ عفو وعافیت کی درخواست ہو، خیر وبرکت کی التجا ہو، رزقِ حسن کی خواہش ہو، حسنِ نیت وعمل کی توفیق چاہتے ہوں، آفتوں اور فتنوں سے پناہ کے خواستگار ہوں، سکینت کے خواہشمند ہوں، جو شخص حضوریٔ قلب اور شرعی آداب کے ساتھ پکارے گا، اجابت کے موانع میں سے کسی مانع کو نہ آنے دے گا مثلاً رزق حرام بندہ اپنے محبوب کے قولی وفعلی اوامر ونواہی کا پابند ہو تو پھر سب سے بڑے انعام اور پذیرائی کا وعدہ ہے، رشد وہدایت کے انعام کا اعلان ہے۔

بندے کا کام یہ ہے کہ **''وادعوہ خوفاً و طمعا''** وہ اسے پکارتا چلا جائے اگرچہ دل اس کی ہیبت سے لرزاں ہو، اس کی عطا کی طمع، اس کے عفو کی امید اسے سراپا دعا بنا دیتی ہے، رمضان کی پرسکون ساعتوں میں اس کی دعاؤں میں الحاح وزاری بڑھ جاتی ہے، اس کا اخلاص فزوں تر ہو جاتا ہے۔

شرفِ قبولیت پانے والی دعاؤں کا اثر ہے کہ بندہ اپنے اندر

نیکیوں کی رغبت اور برائیوں سے دوری محسوس کرتا ہے، راتوں کو اپنے رب کے سامنے رونے والوں کو دن میں ہنستا رکھا جاتا ہے، اس کی چوکھٹ پر اپنی جبیں نیاز جھکا دینے والے دوسری تمام چوکھٹوں سے بے نیاز ہو جاتے ہیں۔ یہ دروازہ تو دستک کے ارادہ ہی سے کھل جاتا ہے، پھر کسی دوسرے در کا رخ کرنے کی حاجت ہی کیا ہے۔

نبیؐ کا ارشاد ہے۔

الدُّنیا یومٌ ولَنَا فِیہِ صَوْمٌ

''یہ دنیا (کی زندگی) ایک دن کی ہے اور ہمارے لئے اس میں روزہ ہے، رمضان کے روزے گنتی کے چند ایام ہیں۔ انسان کی ساری زندگی بس ایک روز کی ہے، اس ماہِ مبارک کی تربیت اس زندگی کو ''روزہ دار'' کی طرح گزارنا سکھاتی ہے۔ ہمارا صوم، عید آنے پر ختم نہیں ہو جاتا، یہ تو تمام عمر پر محیط ہے، رمضان کی ترغیبات و ممنوعات ساری زندگی کے لئے ہیں یہی صوم کی اصل ہے۔ کلمہ طیبہ کے اقرار کے ساتھ ہی یہ ''روزہ'' فرض ہو جاتا ہے۔ اور پھر زندگی کے سورج کے غروب کے ساتھ ہی مکمل ہو گا۔ اس کا افطار ان شاء اللہ شرابِ طہور، جام کوثر سے ہو گا اور پھر جنت اور اس کی دائمی نعمتیں دائمی ضیافت کو موجود ہوں گی۔

ان ضیافتوں میں حصہ پانے کے لئے اپنا جائزہ ضرور لیجے گا:

☆ کیا اعمال و اخلاق کے اس تربیتی دورانیہ میں ہم نے کامیابی حاصل کر لی؟

☆ کیا امانت، دیانت، صدق، ضبط نفس، جہد و عمل کے معاملات پہلے سے فزوں تر ہیں؟

☆ کیا اپنے محبوب رب کے ممنوعات کو معاشرہ سے مٹانے، ختم کرنے کا جذبہ پہلے سے قوی ہوا؟

☆ کیا حقوق العباد کی ادائیگی میں تیزی آئی؟ کیا دل غل سے پاک ہو گئے؟

☆ کیا جھگڑے اور شکر رنجیاں مٹا کر دل جوڑنے کا سامان کر لیا؟

☆ کیا ملک و ملت کی فلاح و بہبود کا ولولہ پہلے سے بڑھ کر ہے؟

عید سعید نعمتوں کی تکمیل پر اظہار مسرت کا دن ہے۔ ہمارے محبوب رب نے ہمیں خوشی منانے کا حکم دیا ہے۔ کیا یہ خوشی مناتے ہوئے ہمیں اپنے محبوب کی عائد کردہ حدود کا اہتمام رہا؟ ایسا تو نہیں کہ پورے مہینے کی کمائی چند خواہشات کے حصول میں ختم کر بیٹھے ہوں؟

اللہ تعالیٰ ہمیں اس ماہِ مبارک سے بہترین فائدہ اٹھانے کی توفیق دے۔ آمین

☆......☆......☆

رمضان المبارک

جب رمضان کے مہینے کی پہلی رات ہوتی ہے تو شیطان اور سرکش جن زنجیروں میں جکڑ دیے جاتے ہیں اور دوزخ کے سب دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں کہ ان میں سے کوئی دروازہ بھی کھلا نہیں رہتا اور جنت کے سب دروازے کھول دیے جاتے ہیں کہ ان میں سے کوئی دروازہ بھی بند نہیں کیا جاتا اور ایک پکارنے والا پکارتا ہے کہ ''اے خیر اور نیکی کے طالب قدم بڑھا کے آگے آ'' اور اے بدی اور بدکرداری کے طلب گار، رک جا، آگے نہ آ...... (ترمذی، ابن ماجہ)

جو شخص اللہ کی راہ میں ایک دن کا روزہ رکھے، اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کو دوزخ کی آگ سے ستر برس کی مسافت کے برابر دور فرمادے گا (بخاری)

جنت کے آٹھ دروازے ہیں، ان میں سے ایک دروازے کا نام ریان ہے (یعنی سیرابی دینے والا) اس میں سے صرف روزہ دار ہی داخل ہونگے (بخاری)

آدم کے بیٹے کا ہر عمل بڑھتا رہتا ہے، اس طرح کہ ایک نیکی کا اجر دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک جا پہنچتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ روزہ اس سے مستثنیٰ ہے کیونکہ وہ خاص میرے لئے کیا جاتا ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔ بندہ میری خاطر اپنی خواہشِ نفس اور کھانا پینا چھوڑ دیتا ہے۔ روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں، ایک خوشی اس وقت

حاصل ہوتی ہے جب وہ روزہ کھولتا ہے اور دوسری خوشی اس وقت حاصل ہوگی جب وہ اپنے رب سے ملاقات کرے گا۔ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ (مسلم)

جسے روزہ چھوڑنے کی اجازت نہ ہو اور عاجز کرنے والا مرض بھی لاحق نہ ہو اس نے اگر رمضان کا ایک روزہ چھوڑ دیا تو اس ایک روزہ کی تلافی نہ ہوگی اگرچہ عمر بھر روزے رکھ لے (احمد، ترمذی، ابوداؤد)

روزہ ڈھال ہے۔ پس روزہ دار کو چاہیے کہ نہ فحش بات کہے، نہ جہالت کرے، اگر کوئی شخص اس سے لڑے یا اسے گالی دے تو دو مرتبہ کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں (بخاری)

بہت سے روزہ دار ایسے ہیں جن کے لئے (حرام کمانے، حرام کام کرنے یا غیبت کی وجہ سے) پیاس کے علاوہ کچھ بھی نہیں اور بہت سے تہجد گزار ایسے ہیں جن کے لئے جاگنے کے سوا کچھ بھی نہیں (دارمی)

روزہ ڈھال ہے جب تک اس کو پھاڑ نہ ڈالے (سنن نسائی)

جس نے جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا ہی نہ چھوڑا تو خدا کو اس بات کی حاجت نہیں کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے (بخاری)

بے شک جب روزہ دار کے سامنے کھایا جاتا ہے تو جب تک (کھانے والے) فارغ نہ ہو جائیں، فرشتے روزہ دار پر رحمت بھیجتے رہتے ہیں (ترمذی)

جس نے کسی روزہ دار کا روزہ افطار کروایا اس کو اتنا ہی اجر ملے گا جتنا اس روزہ دار کو ملے گا، بغیر اس کے کہ روزہ دار کے اجر میں سے کچھ کم ہو (ترمذی)

جو شخص روزہ میں بھول کر کھا پی لے تو وہ روزہ پورا کرلے کیونکہ اسے اللہ نے کھلایا اور پلایا (بخاری و مسلم)

''سحری کھاؤ کیونکہ سحری کھانے میں برکت ہوتی ہے'' (بخاری)

جب تم میں سے کوئی روزہ افطار کرے تو اسے چاہیے کہ کھجور سے افطار کرے اگر کھجور نہ ملے تو پانی سے افطار کرے کیونکہ پانی انتہائی پاک ہے۔ (ترمذی)

''ہر چیز کی زکوٰۃ ہوتی ہے اور جسم کی زکوٰۃ روزہ ہے (ابن ماجہ)

''جہاد کرو غنیمت حاصل ہوگی، روزے رکھو تندرست رہو گے، سفر کرو مالدار ہو جاؤ گے (ترغیب والترہیب)

جس نے ایمان کے ساتھ اور ثواب کا یقین رکھتے ہوئے رمضان کے روزے رکھے اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے جس نے رمضان (کی راتوں میں) ایمان کے ساتھ ثواب سمجھتے ہوئے قیام کیا اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور جس نے شبِ قدر میں ایمان کے ساتھ ثواب سمجھتے ہوئے قیام کیا اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے (بخاری و مسلم)

جو شخص شب قدر سے محروم ہو گیا پوری بھلائی سے محروم ہو گیا اور شبِ قدر کی خیر سے وہی محروم ہوتا ہے جو کامل محروم ہو (ابن ماجہ)

جبرائیل نے فرمایا ''جو رمضان المبارک کو پائے اور پھر بھی بخشش سے محروم رہ کر جہنم میں جائے اللہ اسے اپنی رحمت سے دور کر دے'' اس پر رسول اللہؐ نے فرمایا، آمین (طبرانی)

☆......☆......☆

عظمیٰ پروین

رمضان المبارک

جب رمضان کے مہینے کی پہلی رات ہوتی ہے تو شیطان اور سرکش جن زنجیروں میں جکڑ دیے جاتے ہیں اور دوزخ کے سب دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں کہ ان میں سے کوئی دروازہ بھی کھلا نہیں رہتا اور جنت کے سب دروازے کھول دیے جاتے ہیں کہ ان میں سے کوئی دروازہ بھی بند نہیں کیا جاتا اور ایک پکارنے والا پکارتا ہے کہ ''اے خیر اور نیکی کے طالب قدم بڑھا کے آگے آ'' اور اے بدی اور بدکرداری کے طلب گار، رک جا، آگے نہ آ...... (ترمذی، ابن ماجہ)

جو شخص اللہ کی راہ میں ایک دن کا روزہ رکھے، اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کو دوزخ کی آگ سے ستر برس کی مسافت کے برابر دور فرما دے گا (بخاری)

جنت کے آٹھ دروازے ہیں، ان میں سے ایک دروازے کا نام ریان ہے (یعنی سیرابی دینے والا) اس میں سے صرف روزہ دار ہی داخل ہونگے (بخاری)

آدم کے بیٹے کا ہر عمل بڑھتا رہتا ہے، اس طرح کہ ایک نیکی کا اجر دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک جا پہنچتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ روزہ اس سے مستثنیٰ ہے کیونکہ وہ خاص میرے لئے کہا جاتا ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔ بندہ میری خاطر اپنی خواہشِ نفس اور کھانا پینا چھوڑ دیتا ہے۔ روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں، ایک خوشی اس وقت حاصل ہوتی ہے جب وہ روزہ کھولتا ہے اور دوسری خوشی اس وقت حاصل ہوگی جب وہ اپنے رب سے ملاقات کرے گا۔ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ (مسلم)

جسے روزہ چھوڑنے کی اجازت نہ ہو اور عاجز کرنے والا مرض بھی لاحق نہ ہو اس نے اگر رمضان کا ایک روزہ چھوڑ دیا تو اس ایک روزہ کی تلافی نہ ہوگی اگرچہ عمر بھر روزے رکھ لے (احمد، ترمذی، ابوداؤد)

روزہ ڈھال ہے۔ پس روزہ دار کو چاہیے کہ نہ فحش بات کہے، نہ جہالت کرے، اگر کوئی شخص اس سے لڑے یا اسے گالی دے تو دو مرتبہ کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں (بخاری)

بہت سے روزہ دار ایسے ہیں جن کے لئے (حرام کمانے، حرام کام کرنے یا غیبت کی وجہ سے) پیاس کے علاوہ کچھ بھی نہیں اور بہت سے تہجد گزار ایسے ہیں جن کے لئے جاگنے کے سوا کچھ بھی نہیں (دارمی)

روزہ ڈھال ہے جب تک اس کو پھاڑ نہ ڈالے (سنن نسائی)

جس نے جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا ہی نہ چھوڑا تو خدا کو اس بات کی حاجت نہیں کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے (بخاری)

بے شک جب روزہ دار کے سامنے کھایا جاتا ہے تو جب تک (کھانے والے) فارغ نہ ہو جائیں، فرشتے روزہ دار پر رحمت بھیجتے رہتے ہیں (ترمذی)

جس نے کسی روزہ دار کا روزہ افطار کروایا اس کو اتنا ہی اجر ملے گا جتنا اس روزہ دار کو ملے گا، بغیر اس کے کہ روزہ دار کے اجر میں سے کچھ کم ہو (ترمذی)

جو شخص روزہ میں بھول کر کھا پی لے تو وہ روزہ پورا کرلے کیونکہ اسے اللہ نے کھلایا اور پلایا (بخاری و مسلم)

''سحری کھاؤ کیونکہ سحری کھانے میں برکت ہوتی ہے'' (بخاری)

جب تم میں سے کوئی روزہ افطار کرے تو اسے چاہیے کہ کھجور سے افطار کرے اگر کھجور نہ ملے تو پانی سے افطار کرے کیونکہ پانی انتہائی پاک ہے۔ (ترمذی)

''ہر چیز کی زکوٰۃ ہوتی ہے اور جسم کی زکوٰۃ روزہ ہے (ابن ماجہ)

''جہاد کرو غنیمت حاصل ہوگی، روزے رکھو تندرست رہو گے، سفر کرو مالدار ہو جاؤ گے (ترغیب والترہیب)

جس نے ایمان کے ساتھ اور ثواب کا یقین رکھتے ہوئے رمضان کے روزے رکھے اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے جس نے رمضان (کی راتوں میں) ایمان کے ساتھ ثواب سمجھتے ہوئے قیام کیا اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور جس نے شبِ قدر میں ایمان کے ساتھ ثواب سمجھتے ہوئے قیام کیا اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے (بخاری و مسلم)

جو شخص شب قدر سے محروم ہو گیا پوری بھلائی سے محروم ہو گیا اور شبِ قدر کی خیر سے وہی محروم ہوتا ہے جو کامل محروم ہو (ابن ماجہ)

جبرائیل نے فرمایا ''جو رمضان المبارک کو پائے اور پھر بھی بخشش سے محروم رہ کر جہنم میں جائے اللہ اسے اپنی رحمت سے دور کر دے'' اس پر رسول اللہؐ نے فرمایا، آمین (طبرانی)

☆......☆......☆

خاص مضمون
دوسرا اور آخری حصہ

پروفیسر محمد اکرم طاہر

سیِّدِ انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور حقوقِ نسواں

شادی کے لئے عورت کی رضامندی

عورت اپنی آزاد مرضی سے جہاں چاہے نکاح کرسکتی ہے یا اس کے لئے ولی کی رضامندی ضروری ہے؟ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس میں شرعی نقطہ نظر سے مختلف آرا کا اظہار کیا گیا ہے۔ اختلاف رائے کا تعلق نکاح کی نوعیت سے ہے۔ یعنی نکاح دو افراد کا محض ذاتی معاملہ ہے یا ایک سماجی معاہدہ بھی۔ اسی طرح اگر نکاح ولی کی رضامندی سے مشروط ہے تو ولی کا مفہوم کیا ہے۔ عملاً صورت حال یہ ہے کہ ولی کے لفظ کے ساتھ غیر ضروری طور پر جبر، اکراہ اور تحکم کے جارحانہ تصورات وابستہ کر دیئے گئے ہیں۔ جبکہ قرآن حکیم میں ولی کا لفظ بمعنی ''پہچاننے والا'' (الانعام:۵۷) بمعنی حلیف (النساء:۵۹) بمعنی کارساز (الشوریٰ:۹) بمعنی مددگار (بنی اسرائیل:۱۱۱) استعمال ہوا ہے۔ گویا تقریباً ہر مقام پر ولی ایک حقیقی خیرخواہ کا درجہ رکھتا ہے۔ بظاہر اس مسئلے میں بنیادی طور پر کوئی خاص الجھن نہیں ہے۔ اگر معاملہ صرف سمجھنے سمجھانے کا ہو تو ترکی کے اس باشندے کا موقف مسئلے کے دونوں رخ واضح کر کے رکھ دیتا ہے جس نے اپنی بیٹی سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا تھا۔'' تم اگر ولی سمجھتے ہوئے میری خواہش اور ترجیح کے مطابق (جو درحقیقت تمہارے بھی مفاد میں ہے) شادی پر رضامند ہو جاؤ تو خاوند کے ساتھ ناچاقی یا طلاق کی صورت میں اس گھر کے دروازے تمہارے لئے کھلے رہیں گے۔ تاہم اگر تم اپنی مرضی پر اصرار کرنا چاہو، تو تمہیں اس کا حق ہے۔ لیکن کسی ناخوشگوار واقعہ کی صورت میں اصولی طور پر اس گھر پر تمہارا استحقاق باقی نہیں رہے گا۔''(۱۳)

مذکورہ صورت حال میں بھی اسلامی نقطہ نظر سے اشکالات موجود ہیں۔ حدیث پاک میں ایک باپ کو تو یہ نصیحت بھی کی گئی ہے۔ ''کیا میں تمہیں سب سے بہترین نیکی کے بارے میں نہ بتاؤں؟ (وہ یہ ہے کہ) تو اپنی اس بیٹی کے بارے میں شفقت کے ساتھ پیش آئے جو اپنے خاوند سے طلاق کے بعد تیرے پاس واپس آجائے۔'' چنانچہ فقہ حنفی کے مطابق لڑکی کو اگر طلاق ہو جائے تو عدت پوری ہونے کے بعد اس کا نان ونفقہ باپ پر دوبارہ واجب ہو جائے گا۔ اس قدر حسنِ سلوک کی مستحق بیٹی کو بھی شادی کے بارے میں من مانی کرنے سے قبل یہ ضروری سوچنا چاہیے کہ باپ یا ولی کی رائے کو ٹھکرا کر کورٹ میرج کر لینا کس قدر نامناسب حرکت ہے۔

یہاں اس مسئلے سے متعلق دونوں مکاتب فکر کے دلائل کا مختصر جائزہ لینا ضروری ہے۔ جو لوگ نکاح کے لئے ولی کی رضامندی کو ناگزیر جانتے ہیں ان کا مدار منجملہ دوسری بعض آیات کے اس آیات پر بھی ہے۔

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ
وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا (البقرہ ۲۲۱)

''تم مشرک عورتوں سے اس وقت تک نکاح مت کرو جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں......اور (اپنی عورتوں کو) مشرک مردوں کے نکاح میں مت دو یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمان مردوں کو حکم دیا کہ تم مشرک عورتوں سے نکاح مت کرو۔ ہاں اگر وہ ایمان قبول کرلیں تو اور بات ہے۔ اس وقت تمہارا ان سے نکاح کر لینا صحیح ہوگا۔ لیکن جب مسلمان عورت کو یہ حکم دینے کی ضرورت محسوس کی گئی کہ وہ بھی مشرک مردوں کیساتھ نکاح نہ کریں تو پھر اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے بجائے ان کے اولیا کو خطاب فرمایا۔ اور انہیں حکم دیا کہ وہ مسلمان عورتوں کا نکاح مشرک

مردوں سے نہ کریں۔

علامہ رشید رضا مصری لکھتے ہیں:

''پہلے تنکحوا (تا کے زبر کے ساتھ) اور پھر تنکحوا (تا کے پیش کے ساتھ) تعبیر کرنے سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ مرد ہی اپنا اور ان عورتوں کا نکاح کرنے کا اختیار رکھتے ہیں جن کے معاملات کے وہ ذمہ دار ہیں۔'' (۱۴)

دوسرے نقطۂ نظر کے مطابق نکاح کے لئے ولی کی رضا مندی ضروری نہیں۔ اس کے لئے سورۃ القرہ: ۲۳۰ کا حوالہ دیا جاتا ہے:

فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ

''پھر اگر (دو بار طلاق دینے کے بعد شوہر نے عورت کو تیسری بار) طلاق دے دی تو وہ عورت پھر اس کے لئے حلال نہ ہوگی۔ الا یہ کہ اس کا نکاح کسی دوسرے شخص سے ہو۔''

ایک دوسری آیت البقرۃ: ۲۳۲ کے الفاظ ہیں:

وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ

''جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دے چکو اور وہ اپنی عدت پوری کر لیں تو پھر اس میں مانع نہ ہو کہ اپنے زیر تجویز شوہروں سے نکاح کر لیں جبکہ وہ معروف طریقے سے باہم مناکحت پر راضی ہوں۔''

اسی طرح بعض احادیث میں ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کو باطل قرار دیا گیا ہے جیسے لا نکاح الا بولی (ابوداؤد، جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ) اور بعض دوسری روایات میں حضورؐ نے عورت کی رضا مندی کے بغیر نکاح کو مسترد کر دیا اور لڑکی کو نکاح فسخ کرنے کا اختیار عنایت فرمایا۔ موطا امام مالک، صحیح بخاری، مسلم، نسائی اور مصنف عبدالرزاق میں خنسا بنت حزامؓ سے روایت ہے کہ ان کے والد نے ان کا نکاح ان کی مرضی کے بغیر ایک ایسے آدمی سے کر دیا جسے وہ پہلے نہ جانتی تھیں نہ پسند کرتی تھیں۔ وہ حضور نبی کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ! میرا نکاح فسخ فرمائیں۔ حضورؐ نے ان کی عرضداشت سن کر ان کا نکاح فسخ فرمایا۔ اسی طرح ایک اور کنواری عورت حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ میرے باپ نے اپنی ادنیٰ حالت کو سنوارنے کے لئے میرا نکاح میری مرضی کے بغیر اپنے ایک بھتیجے کے ساتھ کر دیا ہے۔ کیا اس بارے میں مجھے کچھ عرض کرنے کا اختیار ہے؟ حضورؐ نے فرمایا۔ ہاں۔ اس نے عرض کیا میں یہ تو نہیں چاہتی کہ اپنے باپ کے کیے کام کو نامنظور کر دوں۔ البتہ میں یہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ عورتوں کو اس بارے میں کوئی اختیار ہے یا نہیں۔

بظاہر دونوں قسم کی احادیث اور روایات متعارض ہیں۔ تاہم ان کے متعلق بھی وہی اصول اختیار کیا جائے گا جو کسی دوسری چیز سے متعلق قرآن کی مختلف آیات کے بارے میں مستعمل ہے۔ یعنی تعارض کے بجائے تطابق کو تلاش کیا جاتا ہے۔ علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے اس کو ایک مثال سے واضح کیا ہے:

''شارع کا طریقہ یہ ہے کہ اجتماعی معاملات میں وہ طرفین کی رعایت کرتا ہے اور احادیث بھی جانبین کے بارے میں وارد ہوئی ہیں اور اقامت نظم کے لئے یہی طریقہ سب سے زیادہ مناسب ہے...... زکوٰۃ میں ایک زکوٰۃ دینے والا اور دوسرا لینے والا (سرکاری اہلکار) ہے۔ ایک طرف نبیؐ نے مالداروں کو یہ فرمایا کہ تمہارے پاس زکوٰۃ وصول کرنے والے آئیں گے جنہیں تم ناپسند کرو گے کیونکہ وہ تم سے زکوٰۃ وصول کریں گے۔ پس اگر وہ تمہارے پاس آئیں تو انہیں خوش آمدید کہو اور وہ تم سے جو طلب کریں وہ انہیں دے دو۔ اگر وہ انصاف سے کام لیں گے تو ان کا فائدہ اور اگر ظلم کریں گے تو اس کا وبال انہی پر ہوگا۔ لیکن جب نبیؐ نے زکوٰۃ وصول کرنے والے سرکاری کارندوں سے خطاب فرمایا تو انہیں تاکید فرمائی کہ تم لوگوں سے ان کا نفیس قیمتی مال لینے سے گریز کرو اور مظلوم کی بددعا سے بچو۔ اس لئے کہ اس کی پکار اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب نہیں۔ نیز رسول اللہؐ نے فرمایا۔ صدقہ وصول کرنے میں زیادتی کرنے والا ایسے ہے جیسے زکوٰۃ کا انکار کرنے والا...... گویا دونوں طرف سخت احکام دیئے گئے تا کہ اللہ تعالیٰ کی حدوں کی صحیح

طریقے سے حفاظت ہو سکے اور ہر فریق اپنے اپنے دائرہ میں رہے اور اس سے تجاوز نہ کرے۔ تمام احادیث میں جمع و تدوین کا یہی طریقہ ہے۔"(۱۵)

مسئلہ زیر بحث میں دونوں روایات کے مجموعے سے شاہ صاحبؒ یہ حکم اخذ کرتے ہیں:

"لڑکی کے لئے ضروری ہے کہ وہ ولی کی اجازت اور رضامندی کے بغیر از خود کہیں نکاح نہ کرے اور ولی کے لئے ضروری ہے کہ وہ جہاں رشتہ کرنا چاہے اس کے لئے لڑکی کی رضامندی بلا اکراہ حاصل کرے۔ نہ لڑکی کے لئے جائز ہے کہ وہ ولی کو نظر انداز کرے اور نہ ولی کو لڑکی پر جبر کرنے کی اجازت ہے۔"(۱۶)

عورت اور قانونِ طلاق و خلع

شادی کے بعد فریقین میں شدید اختلاف کی صورت میں طلاق و خلع کی صورت میں علیحدگی کے راستے بھی کھلے رکھے گئے ہیں۔ اسلامی معاشرے میں بیوی کوئی بے جان مورتی نہیں جسے خاوند جب چاہے کسی کوڑے دان میں پھینک سکتا ہے۔ اول تو طلاق کے متعلق نبی کریمؐ کا ارشاد ہے:

ابغض الحلال الی اللّٰہ عزو جل الطلاق

"اللہ عزوجل کے قریب حلال چیزوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ طلاق ہے۔"

شرعی نقطۂ نظر سے طلاق اتنا آسان کام بھی نہیں۔ مرد کے لئے اس میں بے پناہ مالی نقصان ہے۔ بیوی کو دیا گیا مہر و زیورات وہ واپس نہیں لے سکتا۔ دوسری شادی کی صورت میں ازسرِنو مہر بھی دینا ہوگا اور نئی شادی کے اخراجات بھی برداشت کرنا ہوں گے۔ پھر طلاق کے عمل کو اصولاً تین مہینے کی مدت میں مکمل ہونا چاہیے۔ طلاق کا اصل طریقہ یہ ہے کہ حالت طہر میں بغیر مجامعت کے صرف ایک طلاق دی جائے۔ حالتِ حیض میں عورت عموماً اپنی روایتی کشش اور جاذبیت سے محروم ہو سکتی ہے۔ اس کے اندر ایک چڑچڑاپن پیدا ہو جاتا ہے۔ قوی امکان ہے کہ مرد وقتی ردعمل سے طلاق کا فیصلہ کر بیٹھے اور بعد میں کف افسوس ملتا رہے۔ طہر اس بات کی علامت ہے کہ عورت حاملہ نہیں ظاہر ہے ماہوار تین بار حالت طہر میں جنسی تعلق رکھے بغیر طلاق دینا ایک امر محال ہے۔ یہ اس وقت ممکن ہے جب مرد نے طلاق دینے کا قطعی فیصلہ خوب سوچ سمجھ کر کیا ہو۔ قرآن حکیم میں طلاق دہندہ کے لئے صاحب عزیمت کا لفظ استعمال کرتے ہوئے اس صورت حال کو یوں واضح کیا گیا ہے۔ **وَاِنۡ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ** (البقرۃ:۲۲۷)" اور اگر وہ (شوہر حضرات) طلاق (ہی) دینے کا عزم کرلیں تو بھی اللہ تعالیٰ سمیع ہے علیم ہے۔" محتاط فقہا تو یہاں تک کہتے ہیں کہ سارے عرصے میں مرد عورت کو گھر سے نہ نکالے۔ عورت بھی مشتعل جذبات کی رو میں بہہ کر گھر سے نکل جانے میں جلدی نہ کرے اور اس عرصے میں اپنی زیب و زینت کا خاص خیال رکھے۔(۱۷) اس طریقہ طلاق میں کراہت کا کوئی پہلو نہیں اور فقہا کے درمیان بھی اس پر عمومی اتفاق ہے۔ فقہا کی ان تمام تصریحات کا ماخذ بھی قرآن و سنت کی واضح تعلیمات ہیں۔ طلاق کو حالت طہر سے مشروط کرنے کے لئے صحاح کی سب کتابوں میں یہ واقعہ صراحت کے ساتھ موجود ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دے دی۔ حضرت عمرؓ نے رسول اللہؐ سے اس کے متعلق دریافت کیا تو آپؐ نے عورت کی حق تلفی کو ناپسند کرتے ہوئے فرمایا: 'عبداللہ سے کہو کہ وہ اس سے رجوع کرے اور بیوی کے ساتھ رہے یہاں تک کہ وہ حیض سے پاک ہو جائے۔ پھر اس کے بعد دوبارہ حیض آئے اور اس سے بھی پاک ہو جائے تو چاہے تو اسے ساتھ رکھے یا طلاق دے تو مجامعت سے پہلے دے دے۔" آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ قرآن مجید کے الفاظ **فَطَلِّقُوۡهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ** (الطلاق:۱) ان کی عدت میں طلاق دے دو سے یہی مراد ہے۔"

عملی زندگی میں بعض اوقات ایسی صورتیں پیش آسکتی ہیں جب فریقین میں نباہ ممکن نہ ہو۔ ایسی صورت میں مرد اپنی بیوی کو حق استعمال کرتے ہوئے الگ کر سکتا ہے۔ یہی صورت عورت کو بھی پیش آسکتی ہے۔ اسلام عورت کو بھی ایسی صورت میں کسی اخلاقی آزمائش میں

ڈالنے کا روادار نہیں ہے۔ یعین یہ کہیں نہیں لکھا کہ وہ بھی ہر صورت میں گلے میں پڑا ہوا ڈھول بجاتی رہیں ۔ ایسی صورت میں خلع (Dissolution of Marriage) کا طریقہ موجود ہے۔ خلع کا طریقہ اس لئے ہے کہ اگر مرد کی طرف سے زیادتی ہو یا عورت اسے ناپسند کرتی ہو تو وہ اسے معاوضہ دے کر قید نکاح سے الگ ہو سکتی ہے۔ اسلام اس باب میں عورت کے حقوق کا اس حد تک محافظ ہے کہ مرد سے اس کی فطری ناپسندیدگی بھی بعض حالات میں خلع کے حصول کے لئے ایک معقول وجہ بن جاتی ہے۔

مصنف عبدالرزاق کی روایت کے مطابق ثابت بن قیسؓ کی بیوی بہت حسین و جمیل تھی لیکن ثابت خود اتنے حسین نہ تھے۔ ان کی بیوی نے رسولؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ میں اپنے خاوند کے دین و اخلاق کو ناپسند نہیں کرتی مگر مجھے یہ بات سخت ناپسند ہے کہ دین اسلام کے دائرے میں رہتے ہوئے مجھ سے کوئی کافرانہ حرکت سرزد ہو جائے۔ حضورؐ نے فرمایا کیا تو ثابتؓ کا باغ اسے واپس کر دے گی؟ اس نے کہا جی ہاں۔ رسول اللہؐ نے ثابت سے فرمایا: ''اپنی بیوی کی طرف سے باغ قبول کر لو اور اسے طلاق دو۔''

خلع کے شرعی قوانین میں اس کی بھی گنجائش ہے کہ اگر عورت فسخ نکاح کا مطالبہ کرے اور عدالت کی رائے میں خاوند دانستہ طور پر عورت کے لئے خلع کے حالات پیدا کر رہا ہے تو طلاق حاصل کرتے ہوئے شوہر کو نہ مہر واپس دلوایا جائے اور نہ دوسری چیزیں جو خاوند اسے دے چکا ہو۔ (۱۸) بہر حال طلاق مرد کی طرف سے ہو یا عورت کی خواہش پر کوئی کھیل نہیں۔ اس سے فریقین ہی نہیں دو خاندانوں کے لئے بھی نا قابل بیان مسائل ہوتے ہیں۔ جنسی تلذذ کے لئے اسے معمول بنا لینے کو شریعت میں سخت ناپسند کیا گیا ہے۔ حدیث پاک کے مطابق اللہ تعالیٰ ذواقین (مزہ لینے والے مرد) اور ذواقات (مزہ لینے والی عورتوں) سے محبت نہیں رکھتا۔

یہودی مذہب کے مطابق طلاق بہت آسان ہے۔ عیسائیت کی رو سے ناممکن الوقوع ہے۔ اس کے لئے تقریباً ایک ہی صورت ہے کہ مرد اپنی بیوی پر بدکاری کا الزام لگا دے۔ گویا علیحدگی کے بعد مطلقہ عورت کا مستقبل تاریک ہو جاتا ہے۔ اسلام میں طلاق سے آخری حد تک بچنے کی کوشش کی جاتی ہے اور اگر معاملہ بندگلی تک پہنچ ہی جائے تو **فَاِمۡسَاكٌ بِمَعۡرُوۡفٍ (البقرہ:۲۲۹)** عورت کو معروف کے مطابق روک لینے **یا تَسۡرِيۡحٌ بِاِحۡسَانٍ (البقرہ:۲۲۹)** اچھے طریقے سے رخصت کر دینے کا حکم ہے۔

عورت اور حق وراثت

پیغمبر انسانیتؐ کا عورت پر ایک اور احسان یہ ہے کہ آپؐ نے اس مظلوم ہستی کو وراثت میں حصہ دار بنایا۔ ظہور اسلام سے پہلے عورت وراثت میں بالعموم کسی قابل قدر حصہ سے محروم رہتی تھی۔ اکثر حالات میں تو عورت خود مال میراث سمجھی جاتی تھی۔ مغربی ممالک میں جہاں اولاد میں سب سے بڑا بیٹا ہی قانونی طور پر سب کچھ ہڑپ کر جاتا تھا، وہاں عورتیں میراث میں اپنے لئے کیا توقع کر سکتی تھیں۔ اسلام کا نظام میراث اس قدر فطری، منطقی اور مفصل ہے کہ اسے سمجھنے کے لئے اختصاصی مہارت درکار ہے۔ فقہ میں اسے علم الفرائض کہا جاتا ہے اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اس علم کی تحصیل کی خصوصی ترغیب دی۔

اسلام کے قانون وراثت پر سب سے بڑا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ مرد کا حصہ عورت سے دوگنا قرار دیا گیا ہے۔ معترض حضرات اس بات کو نظر انداز کر جاتے ہیں کہ قوام ہونے کے ناتے مرد ہی عورت کا کفیل بھی ہے گویا مرد اپنا حصہ بھی عورت پر خرچ کرنے کا پابند ہے۔ عورت پر اس ضمن میں ذمہ داری عائد نہیں کی گئی ہے۔ معترضین اس بات سے بھی بے خبر معلوم ہوتے ہیں کہ میراث کی بعض صورتوں میں مردوں سے زیادہ عورتیں مستفیض ہوتی ہیں۔ مثال کے طور پر از روئے شریعت وارثین کی تین درجہ بندیاں...... ذوی الفروض، عصبات اور ذوی الارحام: ہیں صرف ذوی الفروض کو لیجئے۔ یہ بارہ قسم کے رشتہ دار ہیں جن کے حصے شریعت نے مقرر کر دیئے ہیں۔ ان میں چار قسم کے مرد اور آٹھ قسم کی عورتیں شامل ہیں۔ مردوں میں میت کا باپ، دادا، ماں شریک بھائی اور خاوند شامل ہیں جبکہ عورتوں میں بیوی، ماں، بیٹی، پوتی

سگی بہن، سوتیلی بہن (باپ شریک) ماں شریک بہن، جدہ (دادی، نانی) شامل ہیں۔ چند صورتوں میں عورت کو مرد کی نسبت دوگناہ حصہ بھی مل سکتا ہے۔ مثلاً اگر مرحوم عورت ہو اور اس کی اولاد اور بھائی بہن نہ ہوں جبکہ خاوند اور ماں باپ زندہ ہوں تو خاوند کو نصف حصہ، ماں کو تیسرا اور باپ کو چھٹا حصہ ملے گا۔ اس صورت میں واضح طور پر ماں کا حصہ باپ سے دوگنا ہے۔ (۲۱) اور سو باتوں کی ایک بات! مفتی محمد شفیع نے لکھا ہے۔ ''قرآن پاک نے لڑکیوں کو حصہ دلانے کا اس قدر اہتمام کیا ہے کہ لڑکیوں کے حصے کو اصل قرار دے کر اس کے اعتبار سے لڑکوں کا حصہ مقرر کیا ہے۔ حصہ نہ دینا سخت گناہ ہے اور بیٹی یا بہن نابالغ ہوں تو گناہ بھی دوگنا ہو جاتا ہے، ایک میراث نہ دینے کا اور دوسرے یتیم کے مال کو کھانے کا۔'' (۲۲) یہاں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ حضورؐ دور افتادہ مقامات میں مقیم لڑکیوں کے شرعی حقوق کی ادائیگی کے لئے بھی بہت فکر مند رہتے۔ کتاب سیرت کا ایک اور ورق ملاحظہ ہو:

کسی قبیلے کا ایک سردار قتل ہو گیا۔ اسلامی قانون کے مطابق قاتل نے دیت ادا کر دی اور اس کی اطلاع حضورؐ کو بھی دے دی۔ کچھ دنوں کے بعد حضورؐ کو خیال آیا۔ ممکن ہے۔ مقتول کی بیوہ کو دیت میں سے اس کا حصہ نہ دیا گیا ہو۔ آپؐ نے اس علاقے کے گورنر کے نام مکتوب گرامی میں گورنر کو حکم دیا کہ نہ صرف دیت بلکہ میراث میں بھی بیوہ کے حصہ کی ادائیگی کو یقینی بنایا جائے اور یہ کہ حکم نامے پر فوری عمل درآمد کی اطلاع واپس بھیجی جائے۔ (۲۳)

اسلام کی مثبت قانون سازی پر مستشرقین کی منفی تنقید

بعض مستشرقین نے عورت کے بارے میں اسلام کے انقلابی کردار کو بھی نہ صرف کم کرنے کی کوشش کی ہے بلکہ عورت کے بارے میں اسلام کی مثبت قانون سازی کو بھی دور از کار محرکات سے منسوب کرنے کی جسارت کی ہے۔ جس مقام پر اسلامی تعلیمات کی تحسین کیے بغیر چارہ نہ تھا، وہاں بھی اسلامی قانونی سازی کو یا تو وقتی سیاسی مصلحتوں کا تقاضا کہا گیا یا پھر جاہلی معاشرہ کی بعض باقیات سے منسوب کیا گیا۔ خاوند سے علیحدگی کا حق اور حق وراثت دو امور ایسے ہیں جنہیں عالم انسانیت پر پیغمبر اسلامؐ کے بڑے بڑے احسانات میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ بدقسمتی سے عورتوں کے حق میں اس تاریخ ساز قانون سازی کو بھی خصوصی طور پر تختۂ مشق بنایا گیا۔ اس طرز فکر کی ایک نمایاں مثال مشہور مستشرق روبن لیوی (Reuban Levy) کے ہاں ملتی ہے۔ اسے یہ اعتراف ہے کہ اسلامی معاشرے میں ایسی عورتیں موجود تھیں جو اپنی عزت و ناموس کو داؤ پر لگائے بغیر اپنے خاوندوں سے علیحدگی اختیار کر سکتی تھیں۔ اس اعتراف کے معاً بعد اسے اصرار ہے:

''ان مثالوں سے زیادہ سے زیادہ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ محمدؐ کے عہد میں بھی نظام کہن کے کچھ ایسے اثرات باقی تھے جن کی رو سے شادی کا مطلب خاوند کی بیوی پر مکمل حاکمیت نہ تھا۔'' (۲۴)

اسی طرح عورت کے حق وراثت پر حاشیہ آرائی کرتے ہوئے موصوف کا تبصرہ یہ ہے:

''اپنے قانون وراثت کے لئے تو محمدؐ بلا شبہ وقتی تقاضوں کے ہاتھوں مجبور تھے۔ جب مردان کے آدرش کے لئے میدان جنگ میں جانیں قربان کر رہے تھے تو آپؐ قدیم نظام کو کیونکر برقرار رکھ سکتے تھے جبکہ اس صورت میں مومنین کی بیویاں اور بچے تو محروم رہ جاتے اور وہ لوگ اس (جائیداد) سے مستفید ہوتے جو آپؐ کے کٹر مخالفین تھے۔'' (۲۵)

صاحب تصنیف کو شاید اندازہ نہیں کہ ٹھوس اور ناقابل تردید حقائق کو چٹکیوں میں نہیں اڑایا جا سکتا۔ دور جاہلیت کا معاشرہ مرد کی مکمل اور غیر مشروط حاکمیت کا معاشرہ تھا۔ اس معاشرے میں عورت کے لئے حق وراثت، حق جائیداد، حق نکاح، حق خلع، حق نان ونفقہ، سنگین اخلاقی الزامات کی صورت میں حق لعان، نیز ماں، بیٹی، بہن غرض ہر حیثیت سے عورت کے لئے عزت و احترام کوئی معمولی اقدامات نہیں ہیں۔ اسلام نے عورت کو جملہ حقوق اس زمانے میں دیئے جب حقوق نسواں کے نام سے کوئی تحریک خطۂ عرب یا بیرون دنیا کہیں نہیں چل رہی تھی۔ عرب میں تو بیٹی کی پیدائش ہی سرے سے باعث شرم وندامت سمجھی جاتی تھی اور ذہنی اذیت سے نجات کی واحد اور آئیڈیل صورت یہ تھی کہ

بیٹیوں کو پیدا ہوتے ہی زندہ در گور کر دیا جائے۔قرآن حکیم نے جاہلی معاشرے کی اس شرمناک ذہنیت کا نقشہ بایں الفاظ کھینچا ہے:

وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُمْ بِالْأُنْثَىٰ ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ يَتَوَارَىٰ مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوءِ مَا بُشِّرَ بِهِ أَيُمْسِكُهُ عَلَىٰ هُونٍ أَمْ يَدُسُّهُ فِي التُّرَابِ (النحل:۵۸۔۵۹)

''جب ان میں سے کسی کو بیٹی کے پیدا ہونے کی خوشخبری سنائی جاتی ہے تو اس کے چہرے پر کلونس چھا جاتی ہے اور وہ بس خون کا سا گھونٹ پی کر رہ جاتا ہے۔لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے کہ اس بری خبر کے بعد کیا کسی کہ منہ دکھائے اور سوچتا ہے کہ ذلت کے ساتھ بیٹی کو لئے رہے یا مٹی میں دبا دے۔''

ویسے آج کے ترقی یافتہ دور میں بھی عورت کو زندہ درگور کرنے کی مختلف صورتیں ایجاد ہو چکی ہیں۔۱۹۷۹ء کے اوائل سے چین میں ایک بچہ فی گھرانہ کی پالیسی پر زور دیا گیا۔چین میں الٹرا ساؤنڈ ٹیکنالوجی کا فروغ بھی اسی دور میں ہوا۔چینی حکام اور ماہرین اقتصادیات کے مطابق مذکورہ پالیسی کی بدولت آج چین دنیا کی دوسری بڑی معیشت بن چکا ہے۔تاہم اس صورت کا المناک پہلو یہ ہے کہ اس دوران اسقاط حمل کے ۹۰ فیصد کیسز صرف بیٹی کی وجہ سے کرائے گئے۔نیز سالانہ ۳۹ ہزار بیٹیاں بیٹوں کے مقابلے میں عدم توجہ کے باعث اپنی عمر کے پہلے سال ہی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھتی ہیں۔اس شدید صنفی عدم توازن کی وجہ سے ۲۰ ملین یعنی چھ کروڑ لڑکے لڑکیوں سے زیادہ ہیں۔یوں اس تہذیبی تاریکی میں بھی لڑکیوں کے بارے میں اسلامی تعلیمات مینارہ نور کی حیثیت رکھتی ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ خواتین کے بارے میں جب بھی قرآن وسنت میں ذکر آتا ہے، رحمت ومودت اور رافت وشفقت کا ایک دریا بہنے لگتا ہے۔

اولاً: رسول اللہؐ کے بہت سے فرمودات ہیں جن میں عورت کی مختلف حیثیتوں سے تقدیس وتحریم کا ذکر ہے۔آپؐ نے ماں کے قدموں میں جنت کی بشارت دی ہے۔ماں اور باپ کے حقوق کا معاملہ درپیش ہوا تو آپؐ نے پہلے، دوسرے اور تیسرے درجے میں ماں کے حق کو فائق قرار دیا اور چوتھے درجے پر باپ کو رکھا۔بیٹیوں کے متعلق فرمایا:

''جس شخص کے ہاں لڑکی ہو۔پھر وہ نہ اس کو زمین میں گاڑے اور نہ اس کی تحقیر کرے اور نہ اس پر اپنے لڑکے کو ترجیح دے تو اللہ اس کو جنت میں داخل کرے گا۔(ابوداؤد)۔پاک دامن عورتوں کی عفت و عصمت کے بارے میں زبان درازی یا الزام تراشی آپؐ کو کسی صورت گوارا نہ تھی۔قرآن پاک کی سورۃ النور ام المومنین سیدہ عائشہؓ کے پاکیزہ کردار کی گواہی کے طور پر نازل ہوئی۔اسی سورۃ میں عورتوں کی عصمت اور توقیر کے بارے میں انتباہ کرتے ہوئے فرمایا گیا: ''جو لوگ پاک دامن (برے کاموں سے) بے خبر ایمان والی عورتوں پر بدکاری کی تہمت لگاتے ہیں، ان پر دنیا وآخرت میں اللہ کی لعنت ہوگی اور ان کے لئے سخت عذاب ہے۔(وہ اس دن کو نہ بھول جائیں) جس دن ان کی اپنی زبانیں اور ان کے اپنے ہاتھ ان کے خلاف گواہی دیں گے ان کاموں کی جو یہ کیا کرتے تھے۔''(النور:۲۳۔۲۴) نبی محترم کا ارشاد ہے: پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانا ان سات کبیرہ گناہوں میں سے ہے جو موبقات یعنی تباہ کن ہیں۔الغرض ہر حیثیت سے عورت کے احترام کا سبق دیا اور فرمایا: ''تم میں سے سب سے اچھا وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے ساتھ اچھا ہو اور میں اپنے گھر والوں کے لئے تم میں سب سے اچھا ہوں۔''

ثانیاً: عورت کے تقدس و احترام سے متعلق قرآن حکیم کے احکامات اور فرمودات رسولؐ ہمارے لئے نشانات منزل ہیں۔ایک مرتبہ خلیفہ دوئم حضرت عمر فاروقؓ کچھ احباب کے ساتھ کہیں تشریف لے جا رہے تھے۔راستے میں ایک عورت نے ان کو روک کر نصیحت کرنا شروع کر دی۔حضرت عمرؓ اس وقت تک وہاں کھڑے رہے جب تک اس نے اپنی بات مکمل نہ کر لی۔ایک صاحب نے عرض کیا۔امیر المومنین! آپؓ نے ایک بڑھیا کی خاطر قریش کے معزز لوگوں کو تادیر منتظر رکھا۔آپؓ نے فرمایا: شاید تمہیں معلوم نہیں کہ یہ کون ہے؟ یہ وہ عورت ہے

جس کی بات آسمانوں تک سنی گئی۔ عمرؓ کو تو بدرجہ اولیٰ اس کی بات سننی چاہیے۔ اللہ کی قسم! اگر مجھے یہ رات بھر کھڑا رکھتی تو میں کھڑا رہتا۔ سورۃ المجادلہ کی ابتدائی آیات کے شانِ نزول میں اس عورت کا ذکر آتا ہے۔ یہ حضرت خولہ بنت ثعلبہؓ تھیں جنہیں ان کے خاوند نے حالت غضب میں کہا تھا۔ ''آئندہ سے تیری پیٹھ میرے لئے میری ماں کی پیٹھ کی مانند ہے۔'' اس زمانے میں اس انداز کلام کو طلاق کا ہم معنی سمجھا جاتا تھا۔ وہ پریشان ہو کر دربار رسالتؐ میں آئیں اور اپنی عائلی زندگی کی بقا کے لئے آہ وزاری کرنے لگیں۔ ابھی اس باب میں وحی الٰہی نازل نہ ہوئی تھی۔ جب حضورؐ نے ان کے حسب خواہش جواب دینے سے معذوری ظاہر کی تو وہ دربار الٰہی میں فریاد کناں ہوگئیں۔ سورۃ المجادلہ کی آیات کے نزول سے ہمیشہ کے لئے طلاق کا یہ طریقہ (ظہار) کالعدم قرار پایا۔

رسول اللہؐ حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد بھی ان کی سہیلیوں تک کا احترام کرتے تھے۔ حضرت خدیجہؓ کی خدمات عالیہ کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے آپؐ نے فرمایا: ''اس نے اپنا مال مجھ پر قربان کر دیا۔ خدیجہؓ نے اس وقت مجھے سچا کہا جب سب نے مجھے جھوٹا کہا۔ جب سب لوگ کافر تھے خدیجہ اس وقت ایمان لا چکی تھیں۔'' ام المومنین حضرت صفیہؓ جب ایک سفر میں آپؐ کے ساتھ اونٹ کی پچھلی نشست پر سوار ہونے لگیں تو آپؐ نے اپنا گھٹنا آگے بڑھایا تاکہ وہ آپؐ کے گھٹنے پر پاؤں رکھ کر اونٹ پر سوار ہو جائیں۔ اس موقع پر ناقہ بدکنے لگی۔ حضرت ابوطلحہؓ دوڑتے ہوئے آئے اور رسول اللہؐ کی طرف متوجہ ہوئے آپؐ نے فرمایا۔ **علیکم بالمراۃ**۔ ''تم پہلے عورت کی خبر لو۔'' (صحیح بخاری)۔ پہلی ہجرت حبشہ کے موقع پر بارہ (۱۲) مرد اور چار (۴) عورتوں نے ہجرت کی جبکہ دوسری بار تراسی مردوں اور اٹھارہ عورتوں نے بھی ہجرت حبشہ کی سعادت حاصل کی۔ خواتین میں حضرت ام حبیبہؓ بھی تھیں۔ بعد میں ان کے خاوند عبید اللہ بن جحش نے مرتد ہو کر عیسائی مذہب اختیار کر لیا۔ ایک اجنبی سرزمین میں رہتے ہوئے اس حالت میں بھی حضرت ام حبیبہ کے پائے ثبات میں لغزش نہ آئی اور وہ دامن اسلام سے وابستہ رہیں۔ حضورؐ نے انہیں ازواج مطہرات میں شامل کر لیا اور تاقیامت انہیں ام المومنینؓ کا اعزاز بخشا۔

ثالثاً: بہت سی روایات اور احکام شریعت ہیں جن میں عورتوں کے لئے گھر سے باہر بھی وسیع تر کردار کا ذکر ملتا ہے۔ عہد رسالتؐ میں عورتیں نماز باجماعت میں شرعی حدود قیود کا لحاظ رکھتے ہوئے شریک ہوتی تھیں۔ رسول اکرمؐ نے فرمایا: ''میں مسجد میں نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہوں، چاہتا ہوں کہ میں اس کو لمبا کروں، پھر میں کسی بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو میں نماز کو مختصر کر دیتا ہوں۔ اس اندیشہ کی بنیاد پر کہ اس کی ماں کو تکلیف دوں گا۔'' (بخاری۔ کتاب الصلوۃ) عہد رسالت میں خواتین نہ صرف مسجد میں نماز کے لئے حاضر ہوتیں بلکہ میدان جنگ میں بھی اہم خدمات انجام دیتی تھیں۔ جنگ احد میں عقب سے اچانک حملہ کے بعد جب مجاہدین کی صفیں درہم برہم ہوگئیں تو کفار کا سارا عسکری دباؤ ذاتِ رسالت مآبؐ پر پڑنے لگا۔ اس انتشار کی حالت میں بھی جو صحابہ کرام آپؐ کے دفاع کے لئے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن گئے، ان میں ایک صحابیہ ام عمارہؓ بھی تھیں۔ ان کی جانفروشی کی مدح و توصیف کرتے ہوئے آپؐ نے فرمایا۔ ''میں نے دائیں بائیں جس طرف بھی نگاہ اٹھائی، دیکھا کہ ام عمارہ میرے دفاع میں لڑ رہی ہے۔'' (۲۶) عہد خلافت راشدہ میں بھی عورتوں کا الگ تشخص برقرار رہا۔ جمعۃ المبارک اور عیدین کے اجتماعات تو گویا پارلیمنٹ کے اجلاس ہوتے تھے، جن میں مرد اور عورت براہ راست اپنے مسائل بیان کر کے ان کا اسلامی حل دریافت کیا کرتے تھے۔

خلافت فاروقی میں بعض لوگ عورتوں کے مہر کی رقم بے تحاشا طے کرنے لگے جس سے معاشی حیثیت سے کم تر لوگ پریشان ہو رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے مہر کی کم سے کم مقدار طے کرنے کے ارادے کا اعلان کیا تو مجمع میں سے ایک عورت نے قرآن کی آیت کا حوالہ دے کر انہیں اس ارادے سے باز رکھا۔ مذکورہ آیت میں فرمایا گیا ہے **اِحْدٰهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْـًٔا** (النساء: ۲۰) ''تو خواہ تم نے اسے ڈھیر سارا مال ہی کیوں نہ دیا ہو، اس میں سے کچھ واپس نہ لینا۔'' حضرت عمرؓ نے برملا تسلیم کیا کہ عورت نے سچ کہا اور عمر غلطی پر

ہے۔ اگر یہ عورت نہ ہوتی تو آج عمر ہلاک ہو جاتا۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے یہ وضاحت بھی کر دی کہ مہر اگر آخرت میں فلاح اور عظمت کی چیز ہوتی تو یقیناً رسول اللہؐ کی صاحبزادیاں اس کی زیادہ مستحق تھیں۔

ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ تاریخ انسانی میں عورت بالعموم دو انتہاؤں کے مابین پستی رہی ہے۔ ایک انتہا یہ تھی کہ قدیم جاہلیت اور پھر دور ملوکیت کی قبائلی روایات نے اس مظلوم مخلوق سے بنیادی حقوق نسواں چھین لئے تھے۔ دوسری انتہا یہ ہے کہ جدید جاہلیت کے خوش کن تصورات نے عورت سے اس کی نسوانیت ہی چھین لی ہے۔ صنفین کی مساوات (Gender Equality) کے نام پر اس خاندانی نظام کو برباد کر دیا گیا جو تمدن کی بنیادی اکائی ہے۔ محسن انسانیتؐ کی تعلیمات اور قانون سازی کے صدقے عورت کو عزت واحترام بھی ملا، بنیادی انسانی حقوق بھی حاصل ہوئے نیز اپنی نسوانیت کو برقرار رکھتے ہوئے زندگی کے مختلف دائروں میں وہ اپنی صلاحیتوں کا بہترین مظاہرہ کر سکتی ہے۔ اسلام مستقبل میں بھی عورت کے بھرپور کردار کا موید ہے اور اس کے لئے ایک ایسے مثالی معاشرے کا قیام چاہتا ہے جس میں امن وامان کی حالت مثالی ہو۔

حضرت عدیؓ سے روایت ہے کہ میں خدمت نبویؐ میں بیٹھا تھا۔ ایک آدمی نے آکر فاقہ کشی کی شکایت کی۔ دوسرے نے آکر راہزنی کا شکوہ کیا۔ رسول اللہؐ نے فرمایا: عدی تم نے حیرہ دیکھا ہے؟ اگر تمہاری زندگی دراز ہوئی تو تم دیکھ لو گے کہ ہودج نشین عورت حیرہ سے چل کر آئے گی، خانہ کعبہ کا طواف کرے گی اور اسے اللہ کے سوا کسی کا خوف نہ ہوگا۔ (صحیح بخاری) اللّٰھم صلی علی محمد وعلیٰ آل محمد

☆......☆......☆

رمانہ عمر

بچوں کے ساتھ ماہ رمضان اور عیدالفطر کی تیاریاں

آپ نے اکثر گھروں میں دیکھا ہوگا کہ اگر چار بجے مہمانوں کو آنا ہے تو چار بجنے میں پانچ منٹ تک حالات کچھ اس نوعیت کے ہوتے ہیں:

''بچو! کمرے کا حلیہ ٹھیک کرو۔ اگر کسی نے اندر جھانک لیا تو......؟؟''

''پلیٹیں گن کر رکھنا۔ کم نہ ہوں۔ جلدی کرو۔ آنے والے ہیں۔''

''میں کپڑے بدلنے جا رہی ہوں۔ انہیں عزت سے بٹھانا۔ مجھے آوازیں دینے نہ لگ جانا......بس ابھی گئی۔ ابھی آئی۔''

اسی افراتفری میں مہمان داخل ہوتے ہیں، پھر اس کے بعد صورتحال مزید دگرگوں ہو جاتی ہے جب مردانے کمرے سے ابو جی کھٹکھٹاتے ہیں ''بھئی چائے کے ساتھ شکر دانی تو دے دو سموسے کی چٹنی بھجوا دو......چمچ دھلا ہوا نہیں ہے......'' وغیرہ

اس طرح کے میزبانوں سے سابقہ پیش آجائے تو آپ کو بطور مہمان اس گھر میں اپنی قدر و قیمت کا بالکل درست اندازہ ہو جاتا ہے جبکہ اس کے برعکس اگر آپ ایسے گھر میں جائیں جہاں سلیقے اور تمیز داری کے ساتھ آپ کا استقبال کیا جائے پھر عزت سے بٹھایا جائے اور خاطر مدارات کی جائے تو آپ کو یقیناً دلی خوشی محسوس ہوگی اور دوبارہ جانے کا جی چاہے گا۔

جس سال میں بغیر ذہنی اور عملی تیاری کے رمضان المبارک کا استقبال کرتی ہوں، میرا اور گھر کا حال کچھ اسی طرح ہوتا ہے جیسی تصویر یہاں کھینچی گئی ہے۔ ایک ہڑبونگ میں کب رمضان گزرا اور کب عید آ گئی......اس کا اندازہ ہی نہیں ہو پاتا۔ لیکن اس کے برعکس جب ہفتہ، پندرہ روز قبل سے خود کو اور گھر والوں کو تیار کرتی ہوں تو پھر آنے والا رمضان ترتیب، سلیقے اور دلی خوشی کی کیفیت میں گزرتا ہے۔

اس مضمون کو لکھنے کی نیت یہ ہے کہ نیکی اور تقویٰ کے حصول میں ہم ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کریں یہ میرے اپنے پچھلے برسوں کے رمضانوں کا نچوڑ ہے اور اس میں جن جن امور کی طرف آپ کی توجہ دلاؤں گی وہ سب میں نے اپنے آس پاس موجود لوگوں سے سیکھے ہیں۔ کچھ آئیڈیاز رمضان سے متعلق موجود پمفلٹس اور آرٹیکل سے لیے اور پھر ان پر عمل کر کے انہیں مفید پایا۔ تو لیجئے آپ کی خدمت میں حاضر کرتی ہوں۔

رمضان سے قبل دل کی سالانہ صفائی کریں

یقین کیجئے کہ ہم میں سے کوئی بھی اپنے پرانے زنگ آلود یا جلے ہوئے پیندے کے برتن میں مہمان کی تواضع نہیں کرے گا۔ خواتین اچھی طرح جانتی ہیں کہ پیندا جلی ہوئی پتیلی کو پہلے بھگوتے ہیں، پھر گرم پانی ڈال کر، اچھا سا ڈش واشنگ پاؤڈر ڈال کر رگڑتے ہیں، پھر کھرچتے ہیں تب اتنی محنت کے بعد چمکدار پتیلی برآمد ہوتی ہے۔ یہی حال ہمارے دلوں کا ہے۔ سال بھر ہم نے اسے غفلتوں، گناہوں، معصیتوں اور گمراہیوں کی کالک مل مل کر اس حال پر پہنچا دیا ہے کہ اب صفائی کی ضرورت ہے۔ بہتر ہے کہ یہ عمل رمضان سے قبل شروع ہو تا کہ دل کی زمین صاف شفاف چمکدار ہو کر ماہِ رحمت کا پانی اپنے اندر سمیٹ لے۔ رحمت کو جذب کرنے کے لئے دل کی زمین کا نرم ہونا ازحد ضروری ہے۔

اور یہ سب کچھ کرنے کے لئے کوئی جادوئی چھڑی ہمارے قبضے میں نہیں ہے دل کی صفائی کے کچھ عملی نکات (Tips) پیش کرتی ہوں۔

☆ قرآن کی تلاوت رمضان سے قبل معمول سے بڑھا لیں۔

☆ شعبان کے نفل روزے رکھنے کی ہمت کریں۔ جتنا ممکن ہو۔

☆ اپنی کمزوریوں کی لسٹ بنا لیں کسی ایک پر کام شروع کر دیں۔

☆اللہ تعالیٰ سے توبہ واستغفار، گناہوں کی معافی مانگیں۔

☆کوئی ایسی نیکی کرنے کا عزم کرلیں جو پہلے نہیں کرتی تھیں اور سوچیں کہ ابھی سے شروع کر کے رمضان بھر جاری رکھوں گی۔

کمزوریاں اور کوتاہیاں کس انسان میں نہیں ہیں؟ لیکن کچھ ایسی ضرور ہوں گی جن پر فوری قابو پانا ضروری ہے یا جو کہ دوسروں کے لئے تکلیف کا باعث بن رہی ہیں۔ مثلاً میں نے اپنے لئے جس کمزوری کو فوراً دور کرنے کا انتخاب کیا ہے وہ ''چیخ کر بولنا اور بچوں کو ڈانٹنا'' ہے۔ ضبط نفس کے عمل سے رمضان سے قبل ہی گزرنا شروع کروں گی تو امید ہے کہ دوران رمضان مکمل قابو پا سکوں گی۔ یقین کیجئے کہ ایسا کرنے سے رمضان آپ کی زندگی کا ایک خوبصورت ٹرننگ پوائنٹ ثابت ہوسکتا ہے پھر آپ کے اندر آنے والی خوشگوار تبدیلی کو اطراف میں موجود افراد ضرور محسوس کرلیں گے۔ اس طرح ان کا رمضان بھی پہلے کے مقابلے میں زیادہ خوشگوار گزرے گا۔

گھر میں رمضان کا ماحول بنائیں

رسول اللہ ﷺ نے اس ماہ کو **شہر عظیم اور شہر مبارک** یعنی عظمت والا مہینہ اور برکتوں والا مہینہ کہا ہے۔ اس کے علاوہ **شہر الصبر** یعنی صبر کا مہینہ بھی کہا ہے۔ اسی ماہ میں نزول قرآن شروع ہوا اور یہی ماہ مبارک اپنے جلو میں لیلۃ القدر لیے ہوئے ہے۔ اس ماہ عظیم کی عظمت و بزرگی کا تقاضا ہے کہ ہم اس کا استقبال ایسے طریقے سے کریں جو اس کے شایانِ شان ہو۔ جو تیاریاں قلب و روح سے متعلق ہیں وہ تو ذاتی نوعیت کی ہیں لیکن اب ہم جن تیاریوں کا ذکر کریں گے ان کا اہتمام گھر کا ہر فرد کرے گا اور اس ہلچل کو سب ہی محسوس کریں گے۔

رمضان سیٹنگ

☆بیٹھک اور مہمانوں کے کمرے میں فرنیچر کی ترتیب کو بدلیں۔ اس کا ایک فائدہ تو یہ ہوگا کہ عید سے قبل کی سالانہ صفائی، ہوجائے گی اور دوسرا قلب و نظر کو رمضان کا انتظار بھی شروع ہوجائے گا۔

☆بچوں کے ساتھ مل کر ''گوشۂ رمضان'' ترتیب دیں۔ ہم نے اس کا بہت فائدہ پایا۔ ایک کونے میں قالین بچھا کر اردگرد کشن لگادیئے دیوار پر رمضان پوسٹر اور ٹائم ٹیبل چپکا دیا۔ ایک چھوٹی تپائی رکھی جس پر قرآن، نوٹس کاپی، قلم اور رمضان پمفلٹس رکھے اور ادھر ہی اپنا مصلیٰ بچھالیا۔

اس عمل کا فائدہ یہ ہوا کہ دل خود بخود اس گوشے کی جانب کھنچتا اور کچھ دنوں بعد بچے بھی فراغت میں آجاتے۔ ''عبادت کارنر'' گھر کا ایک ایسا گوشہ بن گیا جہاں سب رفتہ رفتہ آکر بیٹھتے، جی چاہتا تو پڑھتے ورنہ امی کو تلاوت یا نماز میں مشغول دیکھ کر پلٹ جاتے۔ یوں گھریلو ذمہ داریوں میں گھری ہم جیسی خواتین کے لئے اعتکاف والی فضا بن جاتی عبادت کو رمضان کا معمول بنانے میں آسانی ہوجاتی۔

تلاوت کا اہتمام

☆جب بھی تلاوت کریں با آواز بلند کریں۔ اس بات کی فکر نہ کریں کہ آپ کی تجوید بہترین نہیں ہے۔ گھروں کو قبرستان نہ بنانا اور ان میں تلاوت کی آواز اور اس کا ماحول بنانا ہماری اپنی ذمہ داری ہے۔

☆گھر والے اپنے کاموں میں مشغول ہوں تو اسپیکر پر تلاوت چلائیں۔ تلاوت کا تسلسل جہاں برکتوں کے نزول کا ذریعہ ہوگا وہیں چھوٹے بچوں کی لڑائیوں جھگڑوں میں بھی غیر محسوس تبدیلی آئے گی۔

الیکٹرانک میڈیا کا استعمال

☆گھر کے بڑوں کی حیثیت سے دوسروں سے پہلے ہمیں اپنے ٹوئیٹر، فیس بک اور واٹس اپ کو ماہ مبارک میں خیر باد کہنا ہوگا۔ اگر ہم اپنے لیپ ٹاپ، ٹیبلیٹ اور موبائل ایک طرف رکھنے کے قابل ہوں گے تب ہی یہ ثابت کرسکیں گے کہ ان ''لوازمات زندگی'' کے بغیر بھی ایک ماہ گزارا جاسکتا ہے۔ آنے والے رمضان کو ''گیجٹ فری'' کرکے موبائل کو ضروری فون اور پیغام کے لئے استعمال کریں۔

☆رمضان کے حوالے سے پیدا ہونے والے اس رجحان کی حوصلہ شکنی ہونی چاہیے کہ اچھی باتیں ایک دوسرے کو فارورڈ کرکے ثواب کمایا جائے۔ لمبی لمبی پوسٹ بھیج کر مطمئن ہوجائیں کہ ہم نے تبلیغ کا حق ادا کردیا۔ اس رجحان کا شکار ہوکر اگر ہماری نسل عبادت کی مشقت اٹھانے اور کلمۂ حق منہ پر کہنے کی جرأت سے ناآشنا ہوجائے گی اور بستر پر

لیٹے لیٹے تبلیغ وعبادت کرنے لگے گی تو اس کی ساری ذمہ داری کسی اور پر نہیں ہم پر ہی عائد ہوگی۔

☆اس کے ساتھ ہی بچوں کو متبادل پر لانا ہوگا۔ الیکٹرانک کے استعمال کا رمضان کرفیو کرنا ہوگا۔ ہمیں ان کے ساتھ مل کر معلوماتی اور تربیتی نوعیت کی سائٹس ڈھونڈنی ہوں گی تاکہ بہتر چینل تلاش کیا جا سکے! اس طرح ان میں ضد بھی پیدا نہ ہو اور وہ مطمئن بھی ہو جائیں۔

☆ چھوٹے بچوں کے لئے عربی زبان سکھانے کے بڑے دلچسپ پروگرام ہیں جنہیں ڈاؤن لوڈ کیا جا سکتا ہے۔ بعض ایسے بھی ہیں جن میں موسیقی موجود نہیں ہے۔ رمضان سے پہلے ہی بچوں کے ساتھ مل کر تلاش کرلیں اور اس طرح کی جائز تفریح کی اجازت دیں۔

اپنے بچوں کی رمضان پلاننگ کروائیں

کچھ سالوں سے رمضان المبارک سالانہ تعطیلات کے دورانیے میں آ رہے ہیں ماؤں کے لئے یہ امر پریشان کن ہوتا ہے کیونکہ بچے پورا ماہ گھر پر ہوتے ہیں۔ ہر عمر کے بچے کو توجہ دینی ہوتی ہے اس کے ساتھ ہی رمضان کی بڑھتی ہوئی مصروفیات اور عبادت کے معمولات کو چلانا خاصا دشوار لگتا ہے لیکن اگر اس کی مضبوط اور قابل عمل پلاننگ کرلی جائے تو مثبت نتائج مرتب ہو سکتے ہیں۔

ٹین ایج بچوں کے لئے مشورے

☆اکثر جگہوں پر خواتین کے دورۂ قرآن منعقد کیے جاتے ہیں جن میں وہ ہر سال برابر شرکت کرتی ہیں۔ ٹین ایج میں پہنچ جانے والے بچوں کی مائیں اگر ہر سال قرآن کا دورہ ختم کر رہی ہیں لیکن ان کے بچے اس سے محروم رہتے ہیں تو یہ لمحہ فکر یہ ہے۔ رمضان پورے سال میں آنے والا وہ بہترین مہینہ ہے جب آپ اپنے بچوں کے ساتھ اجتماعی یا علیحدہ علیحدہ دورہ قرآن کر سکتی ہیں۔ میں نے پچھلے سال سولہ برس کے بیٹے کے ساتھ شروع کیا اور بہت ہی فائدہ ہوا وقت بھی بچوں کی سہولت سے مقرر کریں اور اس بارے میں لچک رکھیں۔ جب اور جس وقت وہ خوشی خوشی بیٹھنا چاہیں اسے غنیمت جانیں۔ ضروری نہیں کہ قرآن مکمل ہو جائے۔ منتخب سورتوں کا دورۂ قرآن بھی رکھا جا سکتا ہے۔

☆ رمضان سے قبل بچوں کو موضوعات دے دیں جن پر ملٹی میڈیا پریزنٹیشن تیار کروائیں۔ موضوعات ان کی پسند کے معلوماتی اور دینی دونوں ہوں تاکہ دوران ماہ نیٹ کا مثبت استعمال ہو جس میں تفریح کا عنصر کم سے کم ہو سکے۔ پیش کرنے پر انہیں انعام ضرور دیں۔

☆افطار کی تیاری میں لڑکیوں کو شامل کر کے تربیت کا بہترین موقع ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہیے۔ افطار کے وقت گھر کے افراد کا اجتماع بہت ہی ہلکا پھلکا اور خوشگوار ماحول میں ہونا چاہیے۔ تاکہ رمضان کے حوالے سے اچھی یادیں ان کی زندگی کا حصہ بنیں اور رمضان میں تربیت کا عمل انہیں بوجھل محسوس نہ ہو۔

ننھے بچوں کے لئے مشورے

پھولوں جیسے پیارے پیارے بچوں کی مائیں یہ شکایت کرتی پائی جاتی ہیں کہ دن بھر بچوں کے پیچھے لگے رہتے ہیں تو عبادت کا وقت ہی نہیں ملتا۔ ان ماؤں کی خدمت میں گذارش ہے کہ عبادت کا بہترین موقع آپکے دونوں ہاتھوں کے درمیان ہی موجود ہے۔ نیت کیجئے، دعا کیجئے، اور پھر اچھی سی پلاننگ کر لیجئے تو یہ ننھے منے پھول سب کے سب آپ کے لئے صدقہ جاریہ بن جائیں گے اور آنے والے رمضانوں میں آپ سے زیادہ عبادت کے شوقین اور نیکی کمانے کے لئے مستعد ہوں گے۔

☆اہم ترین بات یہ ہے کہ بچوں کے سونے جاگنے کی روٹین نہ بگاڑیں۔ عام دنوں کی طرح سلائیں تاکہ رات کے چند گھنٹے آپ کو پرسکون عبادت کے لئے مل جائیں۔

☆ صبح ان کے اٹھنے سے قبل ہی فریش صورت کے ساتھ ان کے استقبال کے لئے تیار رہیں۔ دلجمعی سے ناشتہ کرائیں۔ ہلکی پھلکی باتیں کریں۔ انہیں ہرگز نہ جھڑکیں۔ اگر دن کی ابتدا خوشگوار ہوگی تو وہ پورا دن آپکو تنگ نہ کریں گے۔

☆ضبط نفس کا ہتھیار اور صبر کا گھونٹ تیار رکھیں۔ زبان کو شیریں رکھیں سمجھائیں، ضد کرنے پر مارنے کے بجائے گود اٹھا کر چوم لیں۔ وہ اس رویے پر حیران ہو کر فورا نرم پڑ جائے گا۔ آدھے مسائل خود ہی حل ہو جائیں گے۔

☆ قریبی بک اسٹور سے بچوں کی عمر کے حساب سے ایکٹوٹی

بک ، ڈرائنگ بک ،کلر پنسل، واٹر کلرز ، گوند، ٹیپ ، رنگین پیپر، قینچی اور کریپ پیپر وغیرہ خرید کرلائیں۔ایک باکس میں رکھیں اوررمضان کارنر کے قریب ہی آرٹس کارنر کا پوسٹر چپکا دیں ۔ نیچے ایک پلاسٹک بچھا دیں۔رنگ گرنے پھیلنے سے بالکل نہ گھبرائیں لیکن بچوں سے وعدہ لیں کہ کام ختم کرکے صفائی کریں گے۔

☆DIY(ڈواٹ یورسیلف) کے بہت سارے ٹیوٹوریل مل جاتے ہیں۔شروع میں آپ کو بچوں کے ساتھ لگ کراشیاء بنانی ہوں گی لیکن کچھ دن بعد وہ خودآپس میں مل جل کر یہ سرگرمی انجام دینےلگیں گے ۔ان کی حوصلہ افزائی کریں ۔ یہاں بھی آپ کے صبر کاحقیقی امتحان لیا جائے گا مگر بالکل نہ گھبرائیں ۔ وقت کا یہ مثبت استعمال بچوں کی بہت ساری صلاحیتوں کوابھار کرسامنے لائے گا۔

☆ پچھلے رمضان میں ہم نے رمضان کارڈز ، ابوامی کے لئے بک مارکس ، پین ہولڈر اور دعاؤں کے پلے کارڈ بنوائے تھے ۔ بڑی بچیوں سے افطار کے دو آئٹمز خود بنانے کا کہا۔ان سب اشیاء کی تصویر لے کر واٹس اپ پر دوسری طالبات کو بھی بھیجی گئیں ۔بچیوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا بلکہ اس سے بڑھ کرخود بھی نئے نئے آئیڈیاز سامنے لے کر آئیں۔آج کی نسل بہت زیادہ باصلاحیت اور بااعتماد ہے ۔ایک دفعہ انہیں چینل مل جائے تو یہ خودآگے بڑھنے لگتے ہیں۔

☆ لڑکیوں کے لئے کراس اسٹچ اور کروشیا کے چھوٹے چھوٹے پروجیکٹس شروع کیے جاسکتے ہیں۔

اطعام المساکین۔رمضان افطار پیکٹس

☆ پچھلے برسوں میں ہم نے ایک نیا سلسلہ شروع کیااور رفتہ رفتہ اس میں اپنے گھر کے بچوں کے بعد بلڈنگ کے بچوں کو بھی شامل کرلیا۔ہم ہفتے بھر کے لئے فروٹس، پیک آئٹمز ، جوس کے ڈبے، کھجور اور مناسب سائز کی تھیلیاں ہول سیل دکانوں سے خرید لیتے ہیں ۔ وقت مقررہ پر روزانہ ہمارے گھر کی گھنٹی بجتی اور بچے آکر اپنی اپنی جگہ سنبھال لیتے ۔ پہلا بچہ تھیلی پکڑتا اس میں سیب ڈالتا، دوسرے کو پکڑاتا، دوسرا کیلا ڈالتا اور آگے بڑھاتا یوں آخری بچہ تھیلی کے منہ پر اسٹیپل کرکے پیکٹ مکمل کرلیتا ۔تمام پیکس دس سے پندرہ منٹ میں بن کر تیار ہوجاتے اور بانٹنے کے لئے بھیج دیئے جاتے بچوں نے یہ کام اتنی دلجمعی،محبت،سلیقے اور پروفیشنل انداز سے انجام دیا کہ ہم خود بھی حیران رہ گئے نیز دل کی جو کیفیت ہوئی وہ بیان نہیں کی جاسکتی ، اطعام المساکین کی سچی خوشی اس کارخیر میں ہاتھ ڈالے بغیر محض پیسے پکڑا کر حاصل کی ہی نہیں جاسکتی۔اللہ سے دعا ہے کہ آگے بھی اس عمل کو ہمارے ذریعے جاری رکھوائے (آمین)

رمضان اور باورچی خانے کا ساتھ

☆ جو خواتین دوران رمضان باورچی خانے کی بھر پور پلاننگ کر لیتی ہیں وہ اس ماہ مبارک سے خوب خوب مستفید ہو لیتی ہیں۔جبکہ اس کے برعکس مسلسل کچن کا دھیان اور چکر کا لگنا سارے گھر والوں کے لئے تکلیف دہ اور نقصان دہ ثابت ہوتا ہے۔

☆ کسی نے کیا خوب کہا کہ رمضان کھانا چھوڑنے کا مہینہ تھا اور ظالموں نے اسے مزید ٹھونسنے کا مہینہ بنالیا۔ہمیں اپنے کچن معمولات پر نظرثانی کرنی پڑے گی۔جس کے لئے چند مشورے دیئے جارہے ہیں۔

☆ رمضان شروع ہونے سے قبل کباب، سموسے، دال کے دہی بڑے، چھولے ابال کر اور قیمہ بھون کر پیکٹ بنالیں۔فریزر میں جمادیں۔

☆ سحری کے برتن میز پر اور لوازمات فرج میں تیار کرکے رکھ لیں۔صبح صرف گرم کرنا اور گرم روٹی/ پراٹھا پکانا پڑے۔

☆ دوران رمضان جو برتن استعمال کرتے ہیں ان کا ایک کیبنٹ مقرر کردیں وہیں سے نکالے اور وہیں رکھے جائیں تاکہ پھیلاوا کم سے کم ہو۔

☆ افطار میں بیسن کا استعمال کم کرنے سے پیٹ پھولنے کی شکایت نہیں ہوگی اور عبادت میں گرانی محسوس نہ ہوگی۔دہی اور کھجور کے استعمال سے چستی رہے گی۔

☆ ادرک اور لہسن پیس کر زپ لاک بیگ میں فریزر میں رکھ دیں آدھے گھنٹے کے بعد نکال کر سلیب پر رکھ لیں اور دبا دبا کر بالکل فلیٹ کرلیں ۔ اب پھر فریز کردیں ۔ استعمال کے وقت نکالیں گی تو حلوے کی قتلی کی طرح ٹوٹ کر ہاتھ میں آجائے گا۔اپنے اندازے

سے پیس توڑ کر براہ راست پتیلی میں ڈالیں۔ پگھلانے کی ضرورت نہیں ۔

☆ گھی/ تیل اور شکر کا استعمال گھٹانے سے صحت اور بجٹ دونوں پر مثبت اثرات مرتب ہوں گے۔ اگر افطاری کے آئٹمز کی لسٹ بنا کر فرج پر لٹکا لیں تو اس سے آپ کو ذہنی سکون رہے گا اور ذکر و اذکار پر ذہن مرکوز رکھنا آسان ہوگا۔

☆ وقت مقرر کر کے باورچی خانے میں داخل ہوں اور باہر نکلیں باہر نکل کر دروازہ بند کر دیں۔ تاکہ ذہنی یکسوئی کے ساتھ عبادت کے معمول یا بچوں کی مصروفیات کو نبھا سکیں۔

بچے اور شب قدر

☆ بچوں کے ساتھ شب قدر کا تجربہ سب سے دلچسپ رہا۔ ہم نے اس رات کی باتیں بتا بتا کر اتنا شوق دلایا کہ وہ اس کی آمد کا انتظار کرنے لگے۔ پھر تراویح سے واپس آتے ہی انہیں کھانا کھلایا اور ٹائم ٹیبل دیوار پر لگا دیا۔ پہلا گھنٹہ عبادت کا تھا جس میں ہم قرآن کی تلاوت اور بچے ڈیجیٹل تسبیح پڑھتے۔ یہ گھڑی جیسی ہوتی ہے اور ہر کلمے کے بعد ایک بٹن دبانا ہوتا ہے۔ ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کے شوق میں وہ پڑھتے اور ڈائری میں تعداد لکھتے جاتے۔ آخر میں خوب شاباشی ملتی۔ جو پیچھے رہ جاتا اور منہ بناتا، میں اس سے کہتی کوئی بات نہیں تم کوئی اور نیکی کما کر اُس سے آگے نکل جاؤ۔

دوسرا گھنٹہ اسنیک ٹائم ہوتا۔ چپس کا بڑا پیکٹ درمیان میں رکھا جاتا اور بڑے چھوٹے سب خوب کھاتے۔ ان راتوں کو جنک موڈ کے لئے کھلی چھوٹ دے دی گئی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ شب قدر کا انتظار صبح ہی سے شروع ہو جاتا تھا۔

تیسرا گھنٹہ نوافل ٹائم ہوتا مگر اس تک پہنچتے پہنچتے بچے نڈھال ہو چکے ہوتے تھے اور آڑے ترچھے لیٹ کر خواب خرگوش کے مزے لیتے اور ہم بقیہ رات بچہ فری عبادت کے مزے لوٹتے۔ اس تجربے کی کامیابی کے بعد ہمیں اس چک چک سے نجات مل گئی کہ بچے سو نہیں رہے، عبادت ہو نہیں رہی، کام سمٹ نہیں رہے اور بڑی رات ہے کہ گزری چلی جا رہی ہے۔

عید الفطر کی خوشیاں بچوں کے ساتھ دوبالا کریں

☆ بچیوں والے گھروں میں عید کی تیاری بھی بڑی خوشگوار اور حسین یادوں کا حصہ بن جاتی ہے۔ ہم سب ہی کو عید کی تیاریاں آج تک یاد ہوں گی۔ بہتر ہے کہ رمضان سے قبل نئے جوڑے، چوڑیاں جوتے خرید کر پیکٹ بنا کر الماری میں رکھ دیں۔ بار بار اسے نکال کر دیکھنے سے بھی عید کا شوق دوبالا ہوتا ہے۔

☆ کچھ گفٹ آئیٹم ایسے لیں جنہیں پیک کر کے عید کے دن کے لئے رکھ چھوڑیں۔ عیدی کے روایتی تحفے کو بھی اہتمام سے دیں مگر اس کے ساتھ ساتھ خوبصورت کاغذ میں لپٹا تحفہ بچوں کو پورا سال عید کی یاد دلائے گا۔

☆ جن بچوں کو عیدین میں گفٹ اور عیدی ملی ہو، چاکلیٹ ٹافیاں ملی ہوں، گھر میں گیم اور فن آئیٹم ہوئے ہوں، گھر سے قہقہوں کی آتی آوازیں کانوں میں پڑیں اور خوب ڈھیروں پیار ملا ہو ان کو سالگرہ، ایسٹر ہالووین، دیوالی اور اینیورسری جیسی تقریبات سے کوئی دلچسپی نہ ہوگی۔ آپ بچپن کی دنیا کی یہ طلب دو عیدوں پر پوری کرنے کا بھرپور انتظام کیجئے۔

☆ پچھلے سال عید اپنے پیاروں میں گزارنے کا موقع ملا۔ ہم نے عید کے دن خاندان والوں کو بلایا۔ سب بچوں کے لئے گفٹ پیکس بنائے، ٹافیوں کے ننھے ننھے لفافے بنائے اور ایک بڑا سا پنیاٹا (Pinata) بنا کر چھت سے لٹکا دیا۔ سارے بچے اس کے نیچے جمع ہوئے اور ڈنڈے مار مار کر اسے پھوڑا گیا۔ جب وہ پھوڑا اور رنگ برنگ ٹافیاں ہر طرف بکھر گئیں تو سب بچے جھپٹ پڑے اور بڑا ہی مزا آیا۔ اس کے بعد بچوں اور انکی امیوں کا نشید چیئر گیم کھیلا گیا۔ عید کی مناسبت سے نشید چلائی اور سب نے کرسیوں کے گرد گھومنا شروع کیا۔ جیتنے والے کو انعام ملا۔ واپس جاتے ہوئے ہر بچے کو غبارے دیئے گئے بچے اس عید کو اب بھی یاد کرتے ہیں تو ان کی آنکھیں چمک جاتی ہیں۔

میں یہ نہیں کہتی کہ یہ سب کوئی آسان سی بات ہے۔ اس پلاننگ پر عمل بہت زیادہ عرق ریزی مانگتا ہے۔ مگر دل کی خوشی اور روز جزا کے انعامات نظر آتے ہیں تو سب کچھ آسان سا ہو جاتا ہے۔

معلوماتی اسلامک ویب سائٹس۔ یوٹیوب پر

وہ دن بھی کچھ دور نہیں

(مطیع الرحمان نظامی کی شہادت پر)

تم بے شک دن کو رات لکھو اور کہہ دو رات سویرا ہے
پَر یاد رکھو یہ جھوٹ ہے اور ہر جھوٹی بات اندھیرا ہے

ہر محسن کو غدّار لکھو، ہر غاصب کو حقدار کہو
اس جبر کی خونی دیوی کو تم حق کا علمبردار کہو

پر جان رکھو یہ دنیا ہے یاں گنگا اُلٹی بہتی ہے
مخلوقِ خدا مجبوری میں ہر جبر و تشدّد سہتی ہے

پر وہ دن بھی کچھ دور نہیں دربار سجے گا محشر کا
پھر جاہ و حشم کی خیر نہیں تخت اُلٹے گا ہر قیصر کا

جاں نذر جو کی تو غم کیسا کہ موت تو سب کو آنی ہے
ہر ظالم نے پھر مالک کے آگے پیشی بُھگتانی ہے

ہاں فتح وظفر کی خواہش ہے پر شوقِ شہادت اور ہی ہے
وہ لُطف بھلا تم کیا جانو جذبوں کی کرامت اور ہی ہے

یہ جامِ شہادت قسمت میں گر لکھ دے کاتب کیا کہنے
جب عاشق جھوم کے پی جائے پھر اس کے مراتب کیا کہنے

آمنہ رُمیصا زاہدی

غزل

قرینِ آس مگر سرحدِ گماں سے پرے
بس ایک خواب ہے باقی درِاماں سے پرے

بھٹکتے پھرتے ہیں اب حدِ گلستاں سے
پرے
جہاں وہ پھول کھلا تھا ذرا وہاں سے پرے

تلاشِ رزقِ تمنا میں رات جا نکلے
ہم ایک جسم کے خوگر فصیلِ جاں سے پرے

فریبِ خواہشِ ہجر و وصال کو ہم نے
جہاں بنایا ہے اپنا ترے جہاں سے پرے

صہیبؔ دیکھو شکستِ نگاہ کا منظر
کہ چاند نکلا ہے
پر اپنے آسماں

صہیب اکرام

غزل

دولتِ رنجِ رائیگاں میری
پر یہ دولت بھی اب کہاں میری

میں بھی گردش میں وہ بھی گردش میں
نقل کرتا ہے آسماں میری

شام کو یہ شفق نہیں ہوتی
آنکھ ہوتی ہے خوں فشاں میری

رہنے والا ہوں اس خرابے کا
کون دیکھے گا خوبیاں میری

کتنے اُجلے ہیں رفتگاں کے نقوش
کتنی روشن ہے، کہکشاں میری

میرے وہم و گماں میں یہ کب تھا
ایسے اُجڑیں گی بستیاں میری

خوفِ بے مہریِ زمانہ سے
بزم انجم دھواں دھواں میری

یہ کرامتؔ ہے شعر و نغمہ کی
بات پہنچی کہاں کہاں میری

کرامت بخاری

غزل

دردِ جاں ہے ، دردِ دل ، دردِ جگر
زندگی گویا ہے خود اک دردِ سر

کون سا دکھ کم ، زیادہ کون سا
کیا بتائیں کس کو، سب ہیں بے خبر

زیرِ لب شکوہ ہو کیوں تقدیر کا
زندگی ہے مختصر سی رہ گذر

دن گذر جائیگا آخر ایک دن
رات کٹ جائیگی ، آئے گی سحر

دوش پر جیسے ہو آندھی کے دیا
زندگی اب ہورہی ہے یوں بسر

ان کی باتیں ، ان کا ذکر اچھا نہیں
اپنی باتیں کیا کریں ، ہے بے اثر

راہ دکھلائے گی دن کی روشنی
ظلمتِ شب دور ہو جائے اگر

ذکیہ فرحت

غزل

(موناسعدیہ کی یاد میں)

آخری سانس سے پہلے تم نے
میرا رستہ دیکھا ہو گا

دیکھا آج بھی دیر ہی کر دی
تم نے دکھ سے سوچا ہو گا

پریم نگر میں جانے کس نے
کس کو کتنا چاہا ہو گا

دنیا مجھ سے کہتی رہ گئی
صبر کرو سب اچھا ہو گا

کھربوں اربوں کی دنیا میں
کوئی ہو گا جو مجھ سا ہو گا؟

جس نے زخم کو نہیں کریدا
ایسا کوئی مسیحا ہو گا؟

نیر کاشف

zaky4 kids

One islam Production

Osratouna-islamic cartoon

Mouslim Fier videos

☆......☆......☆

خاموشی کا شور

دھندلے چہرے

ٹوٹتے رشتے

رستے زخم اور

الجھی ڈور

دل کے چاروں اور

ہے رقصاں سناٹوں کا شور

رکتی سانسیں

تھمتی دھڑکن

ان پہ کس کا زور

دل کے چاروں اور

ہے رقصاں خاموشی کا شور

کس نے کس کو کتنا سمجھا

کتنا چاہا کتنا جانا

ان سب بے مطلب باتوں نے

دل کو بنایا گور

دل کے چاروں اور ہے رقصاں ویرانوں سا شور

یہ جو گمان کی بیماری ہے

سارے رشتے کھا جاتی ہے

اس کا ہے کوئی توڑ

دل کے چاروں اور ہے رقصاں سناٹوں کا شور

نیر کاشف

دامن کو ذرا دیکھ!

''ایک تو مجھے تمہاری باتوں کی سمجھ نہیں آتی، اے بی بی! کون سا ہوم ورک، کہاں کی مصروفیت؟'' علینہ نے سخت جھلائے لہجہ میں سدرہ سے کہا۔

''تم اپنی ''سوچن دانی'' کو کھولو تو پتہ چلے کہ کون سا ہوم ورک ......'' سدرہ نے ٹھنڈے ٹھار لہجے میں جواب دیا۔

''ہاں وہی تو پوچھ رہی ہوں، میں نے سوال کیا تھا کہ اگلے ہفتے میرے ساتھ خانپور چلو گی تھوڑی سی شاپنگ کرنا ہے، تم نے کہا مجھے تو ہوم ورک کرنا ہے......''

''کیسی بے ہودہ لڑکی ہو تم، نہیں جانا تو نہ سہی بہانے تو نہ بناؤ۔'' علینہ غصے اور دکھ کی ملی جلی کیفیت میں بولی۔

''نہیں علینہ قسم سے انکار نہیں کر رہی ہوں، مصروفیت کا بتا رہی ہوں۔'' سدرہ نے نرمی سے کہا۔

''انکار ہی ہوا، جو ہوم ورک تم نے ایک ہفتہ کے بعد روزوں کے شروع ہونے پر ہی کرنا ہے وہ آج کر لو، ہم کل چلے جائیں گے۔'' علینہ نے کہا۔

''نہیں بازار جانا، وہ بھی بڑے شہر کا بازار، میرا تو دل گھبراتا ہے۔'' سدرہ نے کہا۔

''دیکھا! ہوم ورک کا تو بہانہ ہی تھا، اصل میں تم میرے ساتھ جانا ہی نہیں چاہتیں، نہ آج نہ کل۔'' علینہ نروٹھے پن سے منہ موڑ کے بولی۔

سدرہ نے اسے دونوں شانوں سے پکڑ کر اپنے سامنے کیا ''پیاری دوست، تم خود ایمانداری سے بتاؤ کیا میں بہانہ بنا رہی ہوں؟''

علینہ کا سر بے اختیار نفی میں ہلا۔

''اب یہ بھی بتاؤ کہ میں تم سے کوئی دشمنی رکھتی ہوں؟''

علینہ نے پھر سر نفی میں ہلایا۔

''اچھا اب یہ بھی بتا دو کہ ہوم ورک کا کہہ کے میں نے تم سے جھوٹ بولا ہے؟'' علینہ نے پھر اپنا وزنی سر انکار میں ہلایا...... پھر شرمندگی سے بولی۔

''یہی تو سمجھ میں نہیں آ رہی، دو سال سے تمہارے پڑوس میں آباد ہوں تمہیں اچھی طرح جانتی ہوں کہ اچھی خاصی اللہ والی ہو تم......اور اس کی مخلوق کی دلجوئی بھی اپنا فرض سمجھتی ہو، پھر وہ کون سا ہوم ورک ہے جس کی آڑ لے کر تم مجھے جواب دے رہی ہو۔''

''بتا تو دوں ......لیکن ڈر لگتا ہے! یہ ہوم ورک رمضان کا ہوم ورک ہے اور اتنا ٹف ہوم ورک ہوتا ہے کہ مجھے اپنی سب مصروفیات کو ترک کرنا پڑتا ہے۔ اسی ہوم ورک پر میری پورے سال کی کارکردگی کا انحصار ہوتا ہے۔'' سدرہ نے رکتے جھجکتے بات ادھوری چھوڑ دی۔

''ہائیں ...... یہ کون سی پہیلیاں بجھوا رہی ہو تم۔ مجھے بھی بتاؤ۔'' علینہ نے آنکھیں پٹپٹاتے ہوئے کہا۔

اصل میں رمضان ٹریننگ کا مہینہ ہے اور کوئی بھی ٹریننگ اسائنمنٹ یا ہوم ورک کے بغیر تو نہیں مکمل ہوتی۔ کہنے کو ہم کہہ دیتے ہیں رمضان نیکیوں کا مہینہ ہے لیکن کون سی نیکیوں کا؟ جواب رٹا رٹایا یہی ہوگا، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ......حالانکہ اللہ رب العزت نے خود قرآن میں فرمایا ہے ''نیکی یہ نہیں کہ تم مشرق اور مغرب کی طرف منہ کر لو......اس لئے میں ان کاموں کو نیکی کہتی ہوں جو اللہ کو خوش کر دیں جو اللہ کے محبوبؐ کے طریقے پر ہوں۔ بس میں رمضان سے ہفتہ دو ہفتہ پہلے یہی ہوم ورک کرتی ہوں کہ اپنے ارد گرد کے لوگوں کی اچھائیاں نوٹ کروں انہیں اپنی ڈائری پر تحریر کروں اور رب سے دعا کے بعد کوشش کروں کہ وہ نیکیاں اور اچھائیاں میرے اندر بھی پیدا ہو جائیں۔ اس کے علاوہ اپنی کمی، کوتاہیوں اور عادات بد کو بھی چیک کرتی ہوں اور رب سے مدد مانگتی

ہوں کہ اللہ مجھے ان سے بچنے کی توفیق عطا کردے۔ ورنہ رمضان میں کس چیز کی ٹریننگ لی؟ بھوکا پیاسا رہنے کی؟'' سدرہ نے لمبا جواب دے کر کمر سیدھی کی۔

علینہ حیرانی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اس کے ذہن میں تو اس چیز کا تصور تک نہ تھا سدرہ نے اسے حیران دیکھ کر سلسلہ کلام جوڑا۔

''دیکھو علینہ، ہم بیمار ہو جائیں تو صحت یاب ہونے کے لئے کتنا کچھ کرنا پڑتا ہے۔ ڈاکٹر کے پاس جانا، علاج معالجہ، پرہیز سو طرح کے پاپڑ بیلنا پڑتے ہیں اسی طرح روح کے لئے پورا سال مکمل بدپرہیزی کا ہوتا ہے اس کی درستگی کے لئے ذکر اذکار عبادات، معاملات میں درستگی ہر طرح کی ضرورت ہوتی ہے ورنہ روح غلاظتوں کا منبع بن جائے۔''

''سدرہ اسے بس دیکھے جا رہی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد ٹھہر ٹھہر کے بولی لیکن تم اوروں کی خوبیاں یا نیکیاں کسے کہتی ہو؟ میرا بھی دل چاہتا ہے تمہاری طرح میں بھی اچھی بن جاؤں......''

سدرہ مسکرائی ''بات اچھا بننے کی نہیں، بات اس مقصد کو پورا کرنے کی ہے جس کے لئے دنیا میں بھیجے گئے ہیں......اب تم لوگوں کی مثال لینا چاہتی ہو۔ ایک چھوٹی سی مثال یہ ہے کہ تمہیں پچھلی گلی میں رانا صاحب کی بیٹی کوکب کا پتہ ہے ناں جو ہم سے دو سال سینئر تھی کالج میں...... وہ مجھے کل ایک شادی میں ملی، رنگ زرد، چہرہ بیماروں جیسا، میک اپ کے باوجود آنکھوں کی ویرانی دل کو پریشانی کر رہی تھی۔ میں نے ایسے ہی سلام دعا کے بعد پوچھا، آپ کیسی ہیں بیمار سی لگ رہی ہیں؟ بس اتنا پوچھنا تھا کہ صحرا کی طرح ویران آنکھوں نے سمندر کا روپ بھر لیا۔ جو آنسو بہنا شروع ہوئے کہ میں دس بارہ منٹ آنسو تھمنے کا انتظار کرتی رہی۔ بڑی دیر کے بعد میرے دوبارہ پوچھنے پر جو وجہ بتائی وہ ایسی تھی کہ بے یقینی سے میرا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔ کہنے لگیں، میاں نے کاروبار کے لئے چند دوستوں سے قرضہ لیا تھا۔ کاروبار تو شروع سے ہی ٹھپ ہو گیا ساتھ ہی رقم ڈوب گئی۔ زیور بیچا، بہت ہاتھ پاؤں مارے مگر قرضہ کی رقم سر پر سوار ہے، رات کی نیند اڑ گئی ہے بھوک ختم ہو گئی ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کیا کریں میاں صاحب کو پریشانی سے دو دفعہ انجائنا کا اٹیک ہو چکا ہے، میں بھی پرائیویٹ سکول میں جاب اور ٹیوشنوں سے گھر کا دال دلیہ چلا رہی ہوں۔

میں نے ان سے پوچھا کہ جن دوستوں سے رقم لی تھی کیا وہ ڈیمانڈ کر رہے ہیں۔ کہنے لگیں نہیں، انہوں نے تو ابھی نہیں مانگی۔ ویسے بھی طے یہی ہوا تھا کہ جب آسانی سے دے سکیں گے اس وقت دینا ہے۔

میں نے حیرانی سے کہا تو پھر کاہے کی پریشانی؟ اللہ سے اچھی امید رکھیں کوئی بندوبست کر دے گا۔

ارے مقروض کی تو جب تک قرضہ نہ اترے بخشش ہی نہیں، میرے نبیؐ نے تو مقروض کی نماز جنازہ بھی نہیں پڑھائی تھی۔ اگر ہمیں کچھ ہو گیا......اور موت کسی سے پوچھ کر یا بتا کر تو نہیں آتی......تو ہمارا کیا بنے گا؟ کوکب کا منہ آنسوؤں سے دُھل رہا تھا اور وہ ذہنی طور پر پریشان تھی اور میں سوچ رہی تھی کہ ہمارے ہاں تو ہر سرمایہ دار ہر سیاست دان ہی مقروض ہے۔ لاکھوں، کروڑوں کے قرضے بغیر ڈکار لیے ہڑپ کرنے والا۔ ان کا کیا بنے گا؟ میں نے اپنے طور پر اسے تسلی دی کہ تم ٹینشن نہ لو میں نے خود سیرت عائشہؓ میں پڑھا ہے کہ وہ اکثر کسی نہ کسی سے قرضہ لے لیا کرتی تھیں، کسی صحابی نے استفسار کیا، قرضہ لینا تو پسندیدہ بات نہیں پھر آپ کیوں قرضہ لیتی ہیں، تو اماں عائشہؓ نے جواب دیا میں نے رسول اللہؐ سے سنا ہے جو بندہ ادائیگی کی نیت سے قرضہ لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہوتے ہیں، اس لئے میں اللہ کی معیت کے حصول کے لئے قرضہ لیتی ہوں۔

میری بات سن کر کوکب کے بھل بھل بہتے آنسو تھم گئے اس کی آنکھیں جگر جگر چمکنے لگیں، سچ بتا رہی ہو؟

میں نے کہا ہاں جو پڑھا ہے وہی بتایا ہے۔

الحمدللہ اس کے بعد وہ تو مطمئن ہو گئی لیکن علینہ! وہ میرے دل میں سوچ کے کئی پہلو پیدا کر گئی۔ میں تو اپنی خطاؤں کو خطا نہیں سمجھتی کجا رونا دھونا۔ نیند اڑنا، بھوک ختم ہونا۔ سورۃ توبہ میں غزوہ تبوک کے تینوں کرداروں کا ایسے ہی تذکرہ ہے ناں۔ زمین ان پر تنگ ہو گئی یعنی لقمہ حلق میں اٹکنے لگا۔ اس کے بعد میں یہی دعا کرتی ہوں اللہ زیادہ نہیں تو

کوکب جیسا دل تو عطا کر دے......دلِ نادم! ندامت ہوگی تو معافی کے لفظوں میں جان پڑے گی ورنہ زبانی کلامی توبہ استغفار تو رٹو طوطے کی بھی ہوتی ہے۔

''ایسے ہی اپنے اردگرد کے واقعات سے سارا سال سبق کشید کر کے نیکی ڈھونڈتی ہوں اور نیک بننے کی کوشش کرتی ہوں ۔ اللہ کو کوشش ہی تو مطلوب ہے۔کوشش پسند آگئی تو وارے نیارے۔کوشش بھی نہ کی تو کس مغفرت اور رحمت کی آس امید!!''

سدرہ کے اندر کی اچھائی زبان سے گواہی بن کر نکل رہی تھی اور علینہ اپنا جائزہ لے رہی تھی ۔کس قدر تہی دامان ہے وہ!! لیکن خیر زندگی میں یہ رمضان آتو رہا ہے۔رحمتوں مغفرتوں اور بشارتوں کا پیامبر بن کر۔ طلب گار بننے کی اوپر والے نے توفیق دے دی تو امیدوار بھی بننے کا سامان پیدا ہو جائے گا، انشاءاللہ۔

☆......☆......☆

ربیعہ ندرت

مجھے گھر جانا ہے (۳)

سارا راستہ وقفے وقفے سے مسافروں کی انواع واقسام کے مشروبات وما کولات سے تواضع کی جاتی رہی۔ مجھے جب بھی گرم گرم کھانا پیش کیا گیا، میں حیران و پریشان دل ہی دل میں یہی سوچتی رہی کہ آج میرے حصے کا رزق روئے زمین سے اٹھا کر ہواؤں میں رکھ دیا گیا تھا اور اسے کھانے کیلئے میں اتنی بھاگ دوڑ کر کے خود ہی اس کے پیچھے پیچھے یہاں پہنچ گئی تھی حالانکہ عام حالات میں میری پہنچ اتنی بلندی تک ہے ہی نہیں۔ یہ تقدیر تھی جو مجھے کھینچ کر لے آئی تھی۔ یہ رزق تھا جسکی وجہ سے میں کشاں کشاں یہاں تک پہنچی۔

جہاز میں بیٹھے بیٹھے کئی گھنٹے گزر چکے تھے۔ سفر اپنے اختتام کے قریب تھا۔ اتنے لمبے سفر کے بعد ایک ایک پل بھی گزارنا گراں محسوس ہو رہا تھا۔ وقت گویا جم کر رہ گیا تھا۔ گزرنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔

گزشتہ عہد گزرنے میں ہی نہیں آتا
یہ سانحہ بھی لکھو معجزوں کے خانے میں

جن خواتین نے مساعی جمیلہ کو بروئے کار لاتے ہوئے بناؤ سنگھار کر کے اپنی عمر کو چھپایا تھا اور حسن کا جادو جگایا تھا، اتنے گھنٹوں کی مسافت نے ان کی کوششوں پر پانی پھیر دیا تھا۔ اب ان کی عمر طبعی نکھر کر سامنے آ گئی تھی اور حسن جیسے بادلوں میں چھپ گیا تھا۔ جہاز میں موجود شیر خوار بچے جو گزشتہ کئی گھنٹوں سے اپنی اپنی ماؤں کی گود میں خوابِ خرگوش کے مزے لے رہے تھے، اب یکے بعد دیگرے بیدار ہو رہے تھے۔ ان میں سے کئی اعلیٰ پائے کے ہونہار و فنکار تھے کہ جن کو قدرت نے خصوصی گلے سے نوازا تھا اور جو بلند آہنگ اور اونچے سروں میں بلا تعطل رونے دھونے میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔

اس غیرتِ ناہید کی ہر تان ہے دیپک
شعلہ سا لپک جائے ہے آواز تو دیکھو

ماؤں کی ہر قسم کی ترغیب، محبت، دھمکی یا لالچ ان کو اظہارِ فن سے روکنے میں مانع نہیں تھا۔ ماؤں نے بھی اپنی سی کوشش کر کے حالات سے سمجھوتہ کر لیا تھا اور ان کو ان کے حال پر چھوڑ کر بے نیازی اختیار کر لی تھی۔ مسافروں کے چہروں پر اکتاہٹ، تھکن اور بیزاری چھا گئی تھی۔ پیشانیاں شکن آلود ہو گئی تھیں اور ان کو دیکھ کر یہ احساس ہوتا تھا کہ۔

کفن باندھے ہوئے لڑنے کو سب تیار بیٹھے ہیں

بالآخر طویل انتظار کے بعد وہ گھڑی آن پہنچی، جس کا انتظار تھا۔ جونہی ایئر ہوسٹس نے اعلان کیا کہ منزلِ مقصود سر پر آن پہنچی ہے اور اب تھوڑی ہی دیر میں ٹورنٹو ایئر پورٹ آیا ہی چاہتا ہے۔ لہٰذا سب مسافر سیٹ بیلٹ باندھ کر اپنی اپنی نشستوں پر براجمان رہیں، حتیٰ کہ جہاز کا انجن بند کر دیا جائے۔ ایک دم بیشتر مسافر سنی ان سنی کرتے ہوئے اپنی اپنی نشست سے اٹھ کھڑے ہوئے اور جہاز کی چھت کے ساتھ ملحقہ چھوٹی الماریوں کو کھول کر اپنا اپنا سامان نکالنے میں مصروف ہو گئے۔ جلد بازی کی وجہ سے دھکم پیل ہونے لگی۔ کئی ہنرمند اور تجربہ کار مسافر نہ صرف یہ کہ اپنا سامان بھی کھینچ تان کر نکالتے رہے بلکہ ساتھ ساتھ بوقت ضرورت دائیں بائیں بے صبر لوگوں کو کہنیاں بھی رسید کرتے رہے۔ جواب آں غزل کے طور پر دوسرے فریق نے بھی حسبِ استطاعت دامے، درمے، سخنے، جو کچھ بن پڑا، وہ کیا۔

ایئر ہوسٹس بار بار اعلان کرتی رہی۔ مسافروں کو اعلیٰ اخلاق کی تلقین کی گئی۔ نتائج سے ڈرایا گیا اور بالآخر منت سماجت پر اتر آئی لیکن جب اس نے دیکھا کہ اس کی داد فریاد سے اولوالعزم مسافروں کے پائے استقامت واستقلال میں ذرا بھی لغزش نہیں آئی تو اس نے وقت ضائع کرنے کے بجائے خاموش ہو جانے میں عافیت جانی۔

مسافر اپنے کام میں تن من سے مصروف رہے۔ جو کمسن، کمزور اورضعیف العمر مسافر اس معرکہ میں بذات خود حصہ لینے سے معذور تھے، وہ اپنی نشست پر بیٹھے بیٹھے عملے کی بے بسی سے محظوظ ہوتے رہے۔ گمانِ غالب یہ ہے کہ ان کی ہمدردیاں عملے کے اراکین کے ساتھ تھیں۔ کچھ دیر تک عملے کے افراد چپ چاپ وہیں کھڑے رہے پھر انہوں نے مسافروں کو ان کے حال پر چھوڑ کر یکے بعد دیگرے اپنی راہ لی۔ ویسے بھی یہ جمہوری دور ہے۔ اکثریت کا فیصلہ نافذ العمل ہو جاتا ہے خواہ وہ کیسا ہی ناعاقبت اندیش ہو اور اقلیت کی آواز پر کوئی کان نہیں دھرتا، خواہ وہ راہِ راست پر ہی کیوں نہ ہو۔

خدا خدا کر کے منزل مقصود آئی۔ جہاز آہستہ آہستہ بلندی سے پستی کی طرف قدرے تیزی سے اترنے لگا۔ پھر اس کے پہیوں نے زمین کو چھوا اور کچھ دیر کے بعد وہ رک گیا سب کی جان میں جان آئی۔ جونہی اس کا دروازہ کھلا، تھکے ماندے اور بے چین مسافر یوں باہر نکل بھاگے جیسے قید خانے کا دروازہ کھل گیا ہو۔

جہاز سے اتر کر سب مسافر اپنا سامان وصول کرنے کے لئے چل پڑتے ہیں۔ ایک مقررہ جگہ پر پہنچ کر مسافر رک جاتے ہیں اور سامان کا انتظار شروع ہو جاتا ہے تھوڑی ہی دیر کے بعد ہمارے سامنے ایک بڑی سی بیلٹ دائرے کی شکل میں آہستہ آہستہ گھومنے لگ جاتی ہے۔ اس پر ڈھیر سارے رنگ برنگے بکس رکھے ہیں جو بیلٹ کے ساتھ ساتھ گھوم رہے ہیں۔ مسافر اپنا اپنا سامان اٹھاتے ہیں اور ائیر پورٹ سے باہر نکل جاتے ہیں۔

میرا ایک بکس مل گیا ہے جبکہ دوسرا نہیں ملا۔ بیلٹ رک جاتی ہے میرا دل دھک سے رہ جاتا ہے۔ میں چند لمحے سوچتی ہوں کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔ چاروں طرف دیکھتی ہوں۔ تھوڑے سے فاصلے پر ایک کاؤنٹر نظر آتا ہے۔ وہاں پہنچ کر ڈیوٹی پر موجود آدمی سے اپنی مشکل بیان کرتی ہوں وہ میز کے دراز سے ایک فارم نکال کر اس پر میری شکایت درج کر لیتا ہے۔ مجھ سے بکس کے رنگ اور سائز وغیرہ کے بارے میں چند سوالات کرتا ہے اور یقین دہانی کرواتا ہے کہ کل تک میرا بکس مل جائے گا اور میں جہاں چاہوں گی، اسی جگہ اسے پہنچا دیا جائے گا۔ پھر مجھ سے فون نمبر پوچھ کر لکھ لیتا ہے تاکہ مجھے اطلاع دی جا سکے۔ میں اپنے بیٹے کا فون نمبر لکھوا کر بوجھل دل سے ائیر پورٹ سے باہر نکل جاتی ہوں۔ اپنے گزشتہ تجربات کی بنا پر میں اس شخص کی بات کو محض طفل تسلی ہی سمجھتی ہوں۔

ائیر پورٹ کے باہر مختلف رنگ ونسل اور قومیتوں کے بے شمار لوگ گروہ در گروہ کھڑے ہیں۔ کچھ ٹیکسی لے کر جا رہے ہیں تو کچھ اپنے عزیز واقارب کو تلاش کر رہے ہیں۔ میں بھی اسی دوسرے گروہ کا حصہ ہوں۔ میرے سامنے ایک اور گروہ ان لوگوں کا ہے جو اپنے مہمانوں کو لینے آئے ہیں۔ میری نظر تیزی سے میلوں کا سفر لمحوں میں طے کر کے سامنے والے لوگوں کے چہروں کو یکے بعد دیگرے پھلانگتے ہوئے چہرہ بہ چہرہ پھیل رہی ہے۔ اچانک اس گروہ میں مجھے اپنے بچے نظر آتے ہیں۔ ہماری نظریں چار ہوتی ہیں اور ہونٹوں پر بے اختیار مسکراہٹ پھیل جاتی ہے۔ ہم تیزی سے آگے بڑھ کر ایک دوسرے کے قریب آ جاتے ہیں۔ میرے بچے میرے دونوں پہلوؤں سے لگ کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ میں آنکھیں جھپکاتی ہوں کہ کہیں یہ خواب تو نہیں یہ کیسی حقیقت ہے جو خواب سے بڑھ کر خوبصورت ہے اور یہ کیسا خواب ہے جو حقیقت سے قریب تر ہے۔ بچوں کو دیکھ کر میری آنکھیں ٹھنڈی ہو گئی ہیں۔ کلیجے پر گویا ٹھنڈک کی ردا تن گئی ہے۔ میرے دل پر قطرہ قطرہ شبنم پھوار کی شکل میں برس رہی ہے میری تھکاوٹ ہوا ہو گئی ہے۔ پل بھر میں کس نے مجھے زمین سے اٹھا کر بادلوں پر بٹھا دیا۔

؎ یہ کس خوشی کی لہر پر غموں کو نیند آ گئی
وہ لہر کس طرف گئی یہ میں کہاں سما گیا

بچوں کو پا کر میں سب کچھ فراموش کر چکی ہوں یہاں تک کہ اپنے لاہور والے گھر کی دوری کی کسک بھی دل سے مٹ چکی ہے اور اس گھر کے ادھورے کاموں کی تکمیل کی خواہش نے بھی دم توڑ دیا ہے۔ گمشدہ بکس کا دکھ بھی ہوا میں تحلیل ہو کر رہ گیا ہے۔

بچے مجھے لے کر ایک قریبی ہوٹل میں پہنچ جاتے ہیں۔ ہمارا ارادہ

یہاں رات بھر قیام کرنے کے بعد اگلی صبح بذریعہ کار مونٹریال جانے کا ہے۔ یہ سفر چھ گھنٹے کا ہے ہوٹل میں سامان رکھنے کے بعد ہم کھانا کھانے کیلئے باہر نکل جاتے ہیں۔ مجھے اپنا گمشدہ بکس یاد آجاتا ہے۔ مجھے اس کے ملنے کی کوئی امید نہیں اور میری توقعات کے برعکس اگر وہ مل بھی گیا تو شاید خالی ہی ہوگا کیونکہ میں نے اسے تالا نہیں لگایا تھا۔ میں نے اس بکس میں بچوں کیلئے اور اپنے رشتہ داروں کیلئے کچھ تحائف خرید کر رکھے تھے۔ اب اگر میں بچوں کو بوقت ملاقات کچھ بھی نہ دے سکی تو شاید وہ قدرے مایوس ہوجائیں گے۔ مجھے یاد آتا ہے کہ آج سے کئی سال پہلے میرا بھائی مستحسن اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بعد امریکہ سے واپس گھر لوٹا۔ اس سے سرسری ملاقات کرنے کے بعد چھوٹے بھائی اسد کو کسی ضروری کام کیلئے اپنے ایک دوست کے ہاں جانا پڑا۔ اس کے دوست نے حیرت سے اسے دیکھا اور کہنے لگا۔

''ارے بھائی! تم عجیب نادان آدمی ہو۔ یہ لمحہ تو برکتوں اور نعمتوں کے نزول کا ہے اور تم جائے وقوع سے غیر حاضر ہو۔ جاؤ گھر کی طرف بھاگو کہ امریکہ سے درآمد شدہ بکس کھل گئے ہوں گے۔''

''میرے وہاں ہونے یا نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میرا بھائی جو چیز میرے لئے لے کر آیا ہے، وہ مجھے ہی ملے گی۔''

اس پر اس مردِ دانا نے ارشاد فرمایا کہ

''میرے دوست! تجربات سے یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ بعض اوقات طے شدہ فیصلے بدل جاتے ہیں اور تقدیر انہی کا ساتھ دیتی ہے جو وہاں موجود ہوتے ہیں۔ اسی لئے تو سیانے کہتے ہیں، جو پہلے آئے وہ پہلے پائے۔''

میں سوچ رہی تھی کہ اب شاید بچے بھی میرے بکس کے کھلنے کے منتظر ہوں گے اور میں بکس کیونکر کھولوں گی کہ اول تو وہ ملے گا نہیں اور اگر ملا تو خالی ہوگا۔ یہ سوچ کر دل بوجھل ہوجاتا ہے اور ایک ایک چیز یاد آنے لگتی ہے۔ ہائے فلاں چیز کتنے شوق سے خریدی تھی اور فلاں کتنی مشکل سے کئی دکانوں کے چکر لگا کر خریدی تھی۔ ہائے فلاں چیز تو خاصی مہنگی تھی۔ افوہ! بیٹھے بٹھائے نقصان ہوگیا...... اب کیا کروں۔

جونہی نقصان کا خیال آتا ہے تو ایک اور واقعہ یاد آجاتا ہے۔

میرے بچپن کے دوران ہمارے پڑوس میں عفت نامی ایک خاتون رہائش پذیر تھیں۔ ہم انہیں خالہ جان کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ وہ نہایت بااخلاق اور نرم دل کی مالک تھیں ہمہ وقت دوسروں کی مدد کرنے کیلئے تیار رہتیں۔ غریب، امیر، چھوٹے، بڑے اپنے برائے سب ان کے حسنِ اخلاق سے مستفید ہوتے تھے۔ وہ ایک ایسے چراغ کی مانند تھیں، جس کا کام ہر جگہ، ہر حال میں روشنی بکھیرتا ہے، خواہ وہ کسی بادشاہ کا محل ہو یا کسی غریب کا جھونپڑا۔

ایک دن علی الصبح ہم نے سنا کہ گزشتہ رات عفت خالہ جان کے ہاں چوری ہوگئی ہے اور چور خاصی مالیت کا زیور اور سامان لوٹ کر لے گئے ہیں۔ چنانچہ میں اور امی ان کے ہاں افسوس کے اظہار کیلئے گئے۔ وہ بہت سکون واطمینان سے بیٹھی تھیں امی نے ان سے کہا۔

''بہن جی! آپ کے ہاں چوری کا سنا بے حد افسوس ہوا۔ آپ کا بہت نقصان ہوگیا ہے۔'' وہ کہنے لگیں کہ

''کیا آپ نے یہ نہیں سنا کہ میرے نبی کریمؐ نے خبر دی تھی کہ جب مومن کو کوئی نعمت ملتی ہے تو وہ شکر ادا کرتا ہے اور شکر کی ادائیگی کی وجہ سے وہ اپنے رب کریم کی طرف سے اجر کا مستحق ہوجاتا ہے۔ اور جب مومن کو کسی بھی قسم کے نقصان کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو وہ صبر کرتا ہے اور صبر کرنے کی وجہ سے بھی وہ اپنے رب کریم کی طرف سے اجر کا مستحق ہوجاتا ہے۔ یعنی مومن ہر حالت میں فائدے ہی رہتا ہے'' یہ کہہ کر وہ لمحہ بھر کیلئے رکیں اور پھر کہنے لگیں۔

''بہن جی! جب مومن کا کسی حالت میں نقصان نہیں ہوسکتا تو پھر بھلا میرا نقصان کیسے ہوگیا؟ میرے لئے تو یہ فائدے کا سودا ہے۔ سراسر فائدے کا۔ اور میں اپنے رب سے راضی ہوں کہ میرے جسم وجان اور ساز وسامان کا مالک وہی ہے۔ وہ دے تو شکر، واپس لے تو صبر۔'' ان کی مضبوط آواز میں پختہ یقین جھلک رہا تھا اور ان کی آنکھیں بھی اسی احساس کے ساتھ چمک رہی تھیں۔ میں ان کو حیرت سے دیکھ کر سوچ رہی تھی کہ

؎ انوکھی وضع ہے سارے زمانے سے نرالے ہیں
یہ عاشق کون سی بستی کے یارب رہنے والے ہیں

اب میں اپنے دل کو لاکھ سمجھاتی ہوں کہ بھلے آدمی ۔ یہ سب میری تقدیر میں لکھا گیا تھا۔ ہونی ہو کر رہتی ہے۔غم کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا بلکہ الٹا نقصان کئی گنا بڑھ جاتا ہے۔یعنی حادثے کا غم ،دل کو گھلانے کا غم اور پھر چیں بہ جبیں ہونے کی وجہ سے اجر سے محرومی ۔لیکن کیا کروں۔دل ہے کہ مانتا نہیں اگر یہ کسی مومن کا دل ہوتا تو کیسا ہلکا پھلکا، بے فکر اور پر سکون رہتا۔ دنیا سے بے رغبت ،ساز و سامان سے بے نیاز ، نفع و نقصان کے مختلف معیار اور پیمانے لئے ہوئے ، ہر حال میں راضی بہ رضا بصد عجز و نیاز ہر صورت پر امید و مطمئن میں انہی سوچوں میں گم ہوں کہ میرے بیٹے کے فون کی گھنٹی بج اٹھتی ہے۔اسے اطلاع دی جاتی ہے کہ گمشدہ بکس مل گیا ہے۔ پھر اس سے ہوٹل کا ایڈریس پوچھ کر اسے بتایا جاتا ہے کہ رات کو سات سے آٹھ بجے کے دوران بکس ہوٹل میں پہنچا دیا جائے گا۔ میں پھر سوچتی ہوں کہ بکس ملنے کا کیا فائدہ۔ نہ جانے سامان میں سے کیا ملے گا اور کیا کچھ نہیں ملے گا۔لیکن رات کو جب بکس پہنچتا ہے تو میں حیران ہو جاتی ہوں کہ ایک سوئی برابر بھی کچھ کم نہیں ۔ سب سامان جوں کا توں موجود ہے۔ میں خوش ہوں کہ بچے خوش ہو جائیں گے۔

☆......☆......☆

ناصرہ عبید اللہ

باخبر رہنا

''مما میں کونسے کپڑے پہنوں۔ پھر پارلر بھی جانا ہے۔ چار بجے تو انکل کی فیملی پہنچ جائے گی۔''

''رمشہ دیکھو عشنا تیار بھی ہوگئی ہے مجھ سے کیا پوچھتی ہو آج تک کبھی میری مرضی کا کام کیا ہے جواب میرے پاس آئی ہو جاؤ خود پسند کر کے پہن لو۔ میرے پاس وقت نہیں ہے۔ ایک تو تمہارے پاپا نے صبح سے دماغ چاٹ لیا ہے کہ مہمانوں کی اچھی خاطر مدارت ہونی چاہیے اور اب تم نے بھی شور مچا دیا ہے۔''

سعدیہ خود کافی غصے میں تھی جب اس کی بیٹی رمشہ اس کے پاس آئی۔ سارا غصہ بیٹی پر ہی نکل گیا۔

''جب میں آسٹریلیا گیا تھا تو بھابھی خود میرا کام کرتی تھی۔ تینوں بچے بھی میرا بہت خیال رکھتے تھے، مجھے ٹائم دیتے تھے۔ بچوں کو بتاؤ اپنی آنٹی انکل کو ٹائم دیں، تم خود ان کی مہمانداری کرنا۔'' عباس دفتر جانے سے پہلے بار بار یہی باتیں دہراتا رہا۔

آسٹریلیا سے عباس کا بھائی عمر اپنی بیوی، دو بیٹیوں اور ایک بیٹے کے ساتھ آ رہا تھا۔ پورے چھ سال بعد وہ لوگ آ رہے تھے سو عباس خوش تھا۔ اس کی بیٹیاں رمشہ اور عشنا بے تاب اور منتظر تھیں۔ ان کو عفیفہ، سمیعہ اور چھوٹے بسام کو دیکھنے کی آرزو تھی، جبکہ عباس کی بیوی سعدیہ نہ خوش تھی نہ منتظر۔ دیور دیورانی کے ساتھ بس روایتی سا تعلق تھا اور اب اس تعلق کو عباس بہت خاص بنا رہا تھا۔ مہمانوں کیلئے ضروری لوازمات کا اہتمام ہوا تھا۔ مہمان چونکہ مغربی ماحول سے آ رہے تھے سو رمشہ اور عشنا نے اپنے لباس میں مشرق کا شائبہ تک نہیں رہنے دیا۔

رمشہ بارہ سال کی تھی عشنا دس سال کی، شاندار تعلیمی ریکارڈ تھا مگر اب جیسے جیسے بڑی ہو رہی تھیں، تو جہ لباس اور جوتوں نے لے لی تھی۔ ہر چیز کی شاپنگ پر گھنٹوں لگانا دونوں کا معمول تھا۔ عباس اکثر حیران ہوتے۔

''سعدیہ یہ بچیاں بہت choosy نہیں ہیں؟ اس عمر میں تو میری بہن کو دنیا کی خبر نہیں تھی اور رمشہ عشنا شاپنگ مال میں ہر چیز میں نقص نکال رہی تھیں اور پتہ ہے ملازمین تک حیران تھے۔''

سعدیہ ان کو شاپنگ خود کراتی مگر کل وہ فارغ نہیں تھی تو عباس کے ساتھ بھیج دیا۔ انہوں نے شاپنگ سنٹر کی سیٹنگ اور چیزوں پر اتنے اعتراض کیے کہ مینجر نے دونوں کو اپنے آفس بلایا اور کہا کہ مجھے اپنی تجاویز دیں میں ان کے مطابق پورے mall کو سیٹ کرونگا۔

''لگتا ہے ان کو انٹرنیٹ اور ٹی وی نے اتنی سیر کرا دی ہے کہ اب دونوں کو پوری دنیا کی خبر ہے۔ میں پریشان ہو گیا ہوں۔''

سعدیہ میک اپ کرتے ہوئے کہتی رہی۔

''عباس اس میں پریشانی کی کیا بات ہے اچھا ہے وقت سے پہلے دنیا کو سمجھ جائیں۔''

''اتنی بدتمیزی سے دونوں بات کر رہی تھیں کہ میں شرم کے مارے باہر ہی آ گیا۔ چپ ہونے کو کہا تو آگے سے مجھے بھی جواب دیے...... پاپا کیوں چپ رہیں باہر سے شیشے لگا لگا کر دھوکہ دیتے ہیں یہ لوگ...... اندر کوئی ڈسپلن نہیں ان لوگوں کا'' عباس نے رمشہ کی بات دہرائی۔

''عباس تم نے بچیوں کی بات دل پر لے لی ان شہزادیوں کو گھر میں بھی ہر چیز شاندار چاہیے۔ تم کسی بڑے سٹور لے جاتے۔''

عباس اب کچھ متفکر لگ رہا تھا۔ سعدیہ جلدی سے اٹھ کر کچن میں جانے لگی کہ کہیں پھر دورہ نہ پڑ جائے عباس کو بچیوں کی تربیت، بچیوں

کے مستقبل کا...... ہر پانچ مہینے بعد اس کو یہ دورہ پڑ جاتا ہے......سعدیہ کچن میں سوچتی رہی۔

آج چار بجے رمشہ اور عشنا بے چینی سے باہر لان میں کھیلتی رہیں۔ نظریں بار بار گیٹ کی طرف اٹھتیں۔عباس مہمانوں کو لینے ایئر پورٹ گئے تھے سعدیہ کچن میں تھی جب عمر اور عباس گیٹ میں داخل ہوئے پیچھے عافیہ اور بچے تھے۔عافیہ بہت سوبر ہوگئی تھی۔سکارف اور عبایہ میں بہت باوقار اور سنجیدہ لگ رہی تھی۔عفیفہ اور سمیعہ نے آستینوں والے لمبے لمبے فراک پہنے تھے۔عفیفہ آٹھ سال کی تھی اور سمیعہ دس سال کی۔ دونوں بہت ادب سے ملی تھیں۔

''آنٹی آپ ٹھیک ہیں؟ ہمیں بہت شوق تھا آپ سے ملنے کا۔ عباس انکل کے ساتھ آپ لوگ آتے تو بہت مزہ آتا۔آپ ہمارے گھر کیوں نہیں آئی تھیں۔''

سمیعہ کچن میں سعدیہ سے باتیں کر رہی تھی۔عفیفہ عشنا کے ساتھ کھیل رہی تھی جبکہ رمشہ اپنے چاچو کے ساتھ ہی چپک کر بیٹھی تھی کیونکہ عمر اس کے ساتھ آسٹریلیا لے کر جانے کی باتیں کر رہے تھے اور باہر کی تعلیم تو رمشہ کا خواب تھا۔

عافیہ بسام کو سلا کر سعدیہ کے پاس آئی۔''بھابھی میں کوئی مدد کروں آپ کے ساتھ کب سے آپ کچن میں ہیں۔'' عافیہ نے ایک پرخلوص پیشکش کی جسے سعدیہ نے نظر انداز کر دیا۔''نہیں کام سارے پہلے ہی کر دیئے ہیں اب کھانا بالکل تیار ہے۔''

خوشگوار ماحول میں کھانا کھایا گیا''انکل ہمیں پورا پاکستان دیکھنا ہے ایک ایک شہر کی سیر کرنی ہے۔''سمیعہ کے لہجے سے پاکستان کیلئے محبت ٹپک رہی تھی۔

''ہاں ہاں چلی جانا سوات، ایبٹ آباد اور کسی حادثے کا شکار ہو کر شہید ہو جانا کیونکہ حادثے یہاں کا معمول ہے۔'' رمشہ نے ڈرادیا

''تو کیا ہوا حادثے تو آسٹریلیا میں بھی ہوتے ہیں جہاں انسان وہاں حادثے۔''

عافیہ کو رمشہ کی بات کا احساس ہو گیا تھا۔سمیعہ اور عفیفہ بہت خوش تھیں اپنی کزنز کے ساتھ جبکہ عافیہ پریشان۔

''جو بھی بات کرو پہلے اس کے نتائج پر سوچ لو۔ ہر بات کہنے کے لئے نہیں ہوتی۔'' یہ اصول کئی سال سے وہ اپنے بچوں کو مختلف پیرائیوں میں سمجھا رہی تھی۔سمیعہ کہتی۔

''امی بہتر یہی ہے کہ ہم خاموش رہا کریں۔''

''نہیں بیٹا اس عمر میں تم لوگ خاموش اچھی نہیں لگتی بولا کرو ہنسا کرو بس ٹھیک بات ہو، ادب والی بات ہو۔''

دونوں بیٹیاں یہ بات سمجھ گئی تھیں بلکہ ماں کو عملاً دیکھ کر ہی سمجھ گئی تھیں۔''جو تعلیم صرف برائے تعلیم ہو وہ سننے سے سمجھ آتی ہے مگر جو تعلیم برائے عمل ہو وہ استاد کو دیکھنے سے سمجھ آتی ہے۔'' یہ عافیہ کی سوچ تھی۔ اسی طریقے کو اس نے بچوں کیلئے آزمایا تھا۔ دونوں بیٹیوں کیلئے وہ دوست بن کر رہتی، ان پر اعتماد کرتی وہ دونوں کیا بولتی ہیں، کیا کرتی ہیں، ہمیشہ متفکر نظریں بیٹیوں پر رہتیں۔

اور اب یہاں عباس فیملی میں ایسا کوئی ماحول نہیں تھا! رمشہ عشنا جو مرضی بولتیں، جو مرضی کہتی تھیں۔سونے جاگنے کھانے پینے کا کوئی نظام الاوقات نہیں تھا۔بچوں کے لباس کے معاملے میں کوئی اصول نہ سعدیہ کا تھا نہ اس کی بیٹیوں کا۔ایک مہینہ یہاں گزارنا عافیہ کو مشکل لگا۔

''بچوں پر کی گئی محنت اکارت جائے گی۔'' اس نے سوچا۔رات کو اس نے عمر سے کہا تھا۔

''میں امی کے گھر جانا چاہتی ہوں، ایک ہفتہ تو ہو گیا یہاں۔''

''ٹھیک ہے تم لوگ چلے جاؤ مجھے تو اس گھر سے اماں باوا کی خوشبو آتی ہے میں کچھ دن ٹھہر کر آجاؤں گا۔''

صبح ناشتے کے بعد عافیہ تیار ہو کر نیچے آئی تاکہ سمیعہ عفیفہ کو تیار ہونے کا کہہ دے۔وہ آئی تو لاؤنج مختلف بچوں سے بھرا ہوا تھا۔مغربی تہذیب کے نمونے لڑکے بالکل لڑکیوں کے لبادے میں تھے اور لڑکیاں بھی عجیب لباس میں تھیں۔چست شرٹ اور کھلا پینٹ کسی کا تنگ پاجامہ اور چھوٹا شرٹ، سکارف دوپٹہ تو کسی کا نہیں، ہنسی مذاق گپ شپ۔

''آنٹی سمیعہ لوگ کہیں نہیں جائیں گی۔ یہ سب میرے کزنز اور

فرینڈز ہیں سمیعہ عفیفہ سے ملاقات کیلئے ان کو بلایا ہے''۔

''ٹھیک ہے آج کا دن یہ دونوں آپ کے ساتھ گزاریں گی۔ہم کل جائینگے فیصل آباد'' عافیہ اتنے بچوں کے سامنے رمشہ کی بات کو ٹال نہیں سکی۔

ایک مہینہ پر لگا کر اڑ گیا۔عمر اور عافیہ بدلتے پاکستان کی بدلتی قدروں کو دیکھ کر جان کر دکھی ہوتے رہے۔

''یہاں والدین بے فکر اس لئے ہیں کہ ان کو ماحول ٹھیک لگ رہا ہے۔''

''نہیں عمر ماحول کب ٹھیک ہے، اب تو ٹیکنالوجی نے سب فاصلے مٹا دیئے ہیں، یہاں کی مائیں بہت لاپرواہیں، یورپ کی مسلم مائیں بہت ذمہ دار ہیں۔''

واپسی کے سفر میں عافیہ مایوس تھی۔عباس ہاؤس میں اس نے ایک خاندان کا مطالعہ کیا تھا، معاشرے کی ایک کلاس کو جانچا تھا۔

ان لوگوں کی واپسی کے ٹھیک ایک مہینے بعد عباس آسٹریلیا آئے تھے۔چہرے پر ایک گہرا دکھ.....عمر پریشان ہوئے تھے۔''بھائی جان کیا بات ہے آپ مجھے پریشان لگ رہے ہیں؟''

''عمر پریشان تو میں بہت زیادہ ہوں اور پریشانی ختم کرنے کے لئے اپنے چھوٹے بھائی کے پاس آیا ہوں۔تمہیں پتہ تو ہے میری مصروفیات کا۔گھر اور بچیوں کے معاملات میں نے سعدیہ کے حوالے کر رکھے ہیں۔مگر صبح کو اس کی بھی جاب ہوتی ہے، پھر شام کو اس کی دیگر مصروفیات ......اس کا اپنا وسیع حلقہ احباب ہے، سو رمشہ اور عشنا نظر انداز ہو رہی ہیں۔ان کی تربیت صحیح نہیں ہوئی۔ایک ہفتے پہلے عشنا کو گھر میں میرا سم کہیں پڑا ہوا ملا۔میرے بیگ سے گر گیا ہوگا۔اس نے سعدیہ کے موبائل میں ڈالا اور پھر تین دفعہ انگلش میں مسیج لکھا کہ میں تمہیں طلاق دیتا ہوں کیونکہ اب میرے دل میں تمہارے لئے کوئی جگہ نہیں۔ تین دفعہ یہ جملے مسیج میں لکھ کر سعدیہ کو دوسرے نمبر پر بھیج دیا۔سعدیہ کے موبائل سے میرا سم نکال کر کوڑے میں ڈال دیا اور بے فکر ہوگئی۔سعدیہ نے موبائل اٹھا کر دیکھا تو پہلے حیران اور پھر پریشان ہوگئی مجھے فون کیا تو رو رو کر جھگڑا شروع کر دیا۔میں سارے کام چھوڑ کر گھر گیا تو مسیج دیکھ کر حیران رہ گیا اسے سمجھایا کہ یہ سم تو بند ہے اور میرے بیگ میں ہے تم رونا بند کر دو، گر گیا ہوگا سم بیگ میں نہ ملا تو پریشانی بھی ہوئی۔خیر اللہ کی قسمیں کھا کھا کر سعدیہ کو یقین دلایا۔پھر ایک شخص کو وہ نمبر دے کر یہ کہانی معلوم کرنے کو کہا تو پتہ چلا کہ یہ سم اسی گھر میں پانچ منٹ کیلئے استعمال ہوئی ہے اور رمشہ کو آسٹریلیا لیکر جانے کا لالچ دیا تو اس نے بتایا کہ یہ عشنا نے کیا ہے اور عشنا نے بتایا کہ میں نے تو بس ایک کارٹون کہانی کے ایک حصے کو کاپی کیا ہے۔مذاق کر رہی تھی میں، اس کے اس مذاق نے میری نیندیں اڑا کر رکھ دی ہیں۔''

عباس بولتے بولتے تھک گیا اور ایک گہری سانس لی۔

''خیر بچے جو دیکھتے ہیں وہی کرتے ہیں۔عشنا نے بھی کسی کارٹون کا اثر لیا ہوگا۔''

کھانے کی میز پر گہری خاموشی کو عمر کی اس بات نے توڑ دیا۔

''آپ پریشان نہ ہوں اور بچیوں کے ساتھ اپنے تعلق کو مضبوط کیجئے۔ آپ نے بالکل ہی ان پر توجہ چھوڑ دی ہے اور سعدیہ خود مصروف بھی ہے اور تھوڑی روشن خیال بھی، اسے خود ہماری دینی اور معاشرتی اقدار کا علم نہیں ہے اور علم تو شاید اس کو ہے کیونکہ وہ تو ہماری چچازاد بہن ہے مگر اس نے خود کو لاپرواہ بنایا ہوا ہے......بچیاں تو وہی سوچیں گی جو آپ دونوں کی سوچ ہوگی۔'' عمر اب بھائی کے دکھ میں شریک اصل مسئلے کی طرف توجہ مبذول کر رہا تھا۔

''میں چاہتا ہوں رمشہ عشنا ادھر آپ لوگوں کے پاس رہنے کیلئے آجائیں۔آپ دونوں کے زیر تربیت رہیں گی، پڑھیں گی تو کچھ بدل جائیں گی۔میں اب سعدیہ پر بھروسہ نہیں کر سکتا۔وہ دونوں بھی بہت خوش ہیں۔''

''ٹھیک ہے آجائیں ہمارے لئے وہ بھی بیٹیاں ہیں۔اچھا ہوگا کہ ہمارے گھر کی چاروں لڑکیاں ایک ساتھ پلیں بڑھیں ان کے درمیان محبت پروان چڑھے۔'' عافیہ شگفتہ لہجے میں کہہ رہی تھی جبکہ اس کو اپنے کندھے بہت بھاری محسوس ہو رہے تھے۔اس کے کانوں میں

اسلامک سنٹر کے سرادریس کی آواز گونج رہی تھی ''اے علیؓ! اگر تمہارے ذریعے کسی ایک انسان کو ہدایت ملے تو یہ تمہارے سو سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔''

اور عمر کہہ رہا تھا بھائی مجھے علامہ اقبال کے اس شعر نے ہوشیار کر دیا کہ

عذاب دانش حاضر سے باخبر ہوں میں
کہ میں اس آگ میں ڈالا گیا ہوں مثل خلیل

''عمر یہی تو غلطی ہے میری...... پیسے کے حصول میں کتاب سے تعلق ہی توڑ دیا میں نے...... کتاب سے دوری انسان کو بے حس کرتی ہے۔''

''بھائی جی وقت ختم نہیں ہوا...... میری لائبریری حاضر ہے ابھی دوستی کا آغاز کیجئے!''

عمر کی بات پر عباس ہنسنے لگے۔ واقعی وقت ختم نہیں ہوا میں اب بھی پلٹ سکتا ہوں! یہ سوچ کر عباس ایک پرسکون مگر چھوٹے سے گھر کی ایک خاموش لائبریری میں بیٹھ گئے۔

☆......☆......☆

آسیہ عمران

آخری کانٹا

''میرے بچوں کی غیر معمولی کارکردگی ملاحظہ کیجئے بیگم صاحبہ !یہاں بھی نمایاں ایوارڈ ان کے حصے میں آئے ہیں۔آخر سوفٹ ویئر انجینئر کے بچے جو ہوئے''۔اظہار الحق نے بیٹے کو شیلڈ وصول کرتے دیکھ کر شرارتاً ساتھ بیٹھی بیگم سے کہا۔

''جی بالکل درست فرمایا آپ نے ......اور یقیناً اس خاتون کی ذہانت کا اندازہ تو آپ کر ہی سکتے ہیں جسے اللہ نے اس عظیم انجینئر کی رفاقت اور اس کے غیر معمولی ذہین بچوں کی تربیت کے لئے منتخب کیا ہے۔''فاطمہ نے متانت سے کہتے ہوئے بھرپور جوابی وار کیا۔

بچہ اسٹیج سے اترا تو دونوں اپنی نشست سے کھڑے ہو گئے۔وہ پہلے اس کی طرف آیا پھر والد کے سینے سے جالگا۔بچے کے واپس جانے پر اظہار الحق سیٹ پر بیٹھ کر اس سے مخاطب ہوا۔

''بیگم میں آپ کو داد دیتا ہوں۔آپ واقعی کمال کی خاتون ہیں۔میں آپ کی رفاقت کو اللہ رب العزت کے بے پایاں احسانات میں شمار کرتا ہوں اور یقیناً بچوں کی شاندار کارکردگی،ان کا اطمینان،اعلیٰ ادبی ذوق،نمایاں تعلیمی کارکردگی کا کریڈٹ آپ کو جاتا ہے۔یہ نہ صرف آپ کی شبانہ روز محنتوں بلکہ شب بیداری کی خصوصی دعاؤں کا اعجاز ہے۔میرے بچوں کو سمیٹنا،انہیں نئی زندگی دینا،نفسیاتی الجھنوں کو سلجھانا، دردمندی سے ان کے تلخ و ترش رویوں کو برداشت کرنا،انہیں عظیم خواب اور تمنائیں دینا،رشتوں پر اعتماد بحال کرنا آپ کا اتنا بڑا احسان ہے جس کا بدلہ کبھی نہیں چکایا جا سکتا۔میں نے کتنی ہی بار سوچا تمہارا شکریہ ادا کروں مگر الفاظ ساتھ چھوڑ جاتے ہیں۔''

آج اظہار الحق نے اسے اتنے جذبے سے سراہا کہ اس کی آنکھیں احساس تشکر سے چھلک پڑیں۔ان چند جملوں نے اسے کیا دیا تھا،اس کے لئے کسی کا اندازہ کرنا یا تصور کرنا ہی محال تھا۔

تین عدد سوتیلے بچوں کو حقیقی ماں کی طرح پالنا۔ان کے نا مناسب رویوں کو نہ صرف برداشت کرنا،بلکہ تلخی کی جڑوں تک رسائی حاصل کر کے کبھی سرزنش اور کبھی نرمی سے علاج کرنا۔حقیقی محبت اور اپنائیت کے احساس کے ساتھ ان سے منسلک رہنا۔پھر وقتاً فوقتاً انہیں حقیقی ماں سے ملوا کر دوطرفہ اعتماد کا حصول یقیناً اس کے خلوص کا اعجاز اور اللہ کا بے پایاں کرم ہی تھا۔ورنہ وہ تو کمزور سی خاتون تھی کمزور سے ماضی کے ساتھ۔ان چھ سالوں میں اس نے کتنی ہی بلند چوٹیاں سر کی تھیں اور کتنی ہی کٹھن منازل تھیں جن کی طرف وہ عازم سفر رہی تھی۔اس نے ان چھ سالوں کے لمحے لمحے میں گزشتہ سالوں کا کفارہ ادا کیا تھا۔اور یہ اس کی کڑی خود احتسابی کا نتیجہ تھا۔اس دفعہ اس نے غلطی کو دہرایا نہ تھا۔بلکہ کوشش کے ساتھ ہر لمحہ رب کریم کی معاونت کو طلب کیا تھا۔شاندار رزلٹ کی صورت نتیجہ سامنے تھا۔

اسے اس کی ماں نے پندرہ برس کی عمر میں بیاہ دیا تھا۔بدلتا زمانہ انہیں ہولائے دیتا۔ان کی شب و روز کی ایک ہی فکر تھی،اچھے رشتے آئیں اور وہ بچیوں کو اپنے گھر کا کریں۔قریبی رشتہ داروں میں بڑی کا رشتہ طے پانا ہی تھا کہ پڑوس کی آپا جمیلہ گویا انتظار میں بیٹھی تھیں جھٹ اس کے لئے اپنے اکلوتے بھائی کا رشتہ مانگنے آگئیں جو اسلام آباد میں رہتا تھا۔من موہنے چہرے،ذہانت سے چمکتی حیا سے جھکی آنکھوں نے شاید جادو ہی کر دیا تھا کہ دنوں میں سب طے کر دینا چاہتی تھیں۔لڑکے کی ماں کا بچپن میں انتقال ہو گیا تھا۔چھ بڑی بہنوں نے ہی اسے بے حد لاڈ سے پالا۔اسی لاڈ پیار اور غیر معمولی محبت میں بہنوں نے نہ جانے کب بھائی کو ایک ملکیتی چیز سمجھ کر اس کی سوچوں،فکروں،فیصلوں،ارادوں کو

اپنی گرفت میں لے لیا کہ اس کا اپنا آپ چلتے پھرتے جسم کے سوا کچھ نہ رہا۔ وہ تو وہ کرتا اور چاہتا جس کا بہنیں اشارہ کرتیں، اس کی پسند تک بہنوں کی پسند پر منحصر ہوتی۔

ایسے میں وہ بہنوں ہی کی پسند سے جب اسے بیاہ لایا تو اس کے دل میں بہنوں کی محبت اور چاہت کا کوٹا کچھ اور بڑھ گیا جنہوں نے اس کے لئے حقیقی ہیرا تلاش کیا تھا۔ بیوی کی صورت نئے رشتے کو پا کر اس کا قد گویا بڑھ گیا تھا۔ وہ سوچتا تھا کہ اب ہر کمی پوری ہوگئی اور وہ خوش رہے گا بہت خوش......ان سہانے سپنوں میں وہ کھوتا چلا گیا۔

مگر یہ سب خام خیالی تھی۔ دنوں کے الٹ پھیر میں بہت کچھ بدلتا چلا گیا۔ اسے احساس تک نہ ہوا۔ وہ رشتوں میں توازن نہ کر پایا۔ ایک طرف بہنیں بتدریج اس کی باگیں کستی چلی گئیں۔ دوسری طرف بیوی کی محبت، اداس آنکھیں اس سے کچھ اور مطالبہ کرتیں۔ وہ کمزور مرد کبھی کوئی فیصلہ کن قدم نہ اٹھا سکا۔ بہنوں سے ہٹ کر چلنا تو اس نے سیکھا ہی نہ تھا۔ لہٰذا وہ انہی کے متعین کردہ راستوں پر چلتا چلا گیا، جہاں سے کوئی موڑ اس کی بیوی اور اس سے وابستہ محبتوں کی طرف نہ جاتا تھا۔ نتیجتاً خلا بڑھتا ہی چلا گیا۔

وہ کم عمر بھی تھی، محبتوں سے گندھی بھی، معصومیت بھی رب نے کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ اس نے طے کر لیا تھا کہ اس گھر سے اس کا جنازہ ہی جائے گا۔ اس نے اپنی تمام تر صلاحیتوں کو جانچا اور کبھی نہ ختم ہونے والے دھندوں میں مصروف ہوگئی۔ شوہر کے بدلتے ہوئے رویے کو تو اس نے چند ہی دنوں میں جان لیا تھا۔ مگر ماں کی طرف سے گھٹی میں ڈالی گئی وفا نے اسے ادھر ادھر نہ ہونے دیا۔ اسے یاد تھا کہ قرآن فہمی کی کلاسوں میں اس کی ماں نے لاکھوں بار تعلقات کی ڈوریوں کی حفاظت کا درس دیا تھا۔ اور بتایا تھا کہ بیٹا یہ ڈوریں بہت نازک ہوتی ہیں، ہلکے سے جھٹکے سے ٹوٹ جانے والی لہٰذا ڈھیلا چھوڑنے میں ہرج نہیں، بس ٹوٹنے نہ دینا۔ اس نے ماں کی بات کو پلو سے باندھے رکھا۔ اس یقین کے ساتھ کہ کبھی تو اس کا شوہر مکمل اس کی طرف پلٹے گا۔ کبھی تو نندوں کا دل مائل بہ کرم ہوگا۔ اس تپتی دھوپ میں اگر کسی بادل کا ہلکا سا سایا تھا تو وہ سسر تھے مگر وہ بھی بستر سے لگ کر اب دوسروں پر اثر انداز ہونے کی قوت کھو چکے تھے۔ وہ بس اتنا ہی کر سکتے کہ اسے تسلی دلاسا کے ساتھ صبر کی تلقین کرتے۔

ایسے میں اس نے اپنا آپ تک بھلا ڈالا۔ تین سال بعد اس کا بھائی اسے لینے آیا تو وہ پہچانی نہ جا رہی تھی۔ بھائی کو دیکھتے ضبط کے سارے بندھن ٹوٹ گئے۔ نندوں نے بھائی تک کا لحاظ نہ کیا اور آخر کہہ دیا کہ تمہاری بہن بانجھ ہے اسے لے جاؤ۔ شوہر کی عدم موجودگی میں وہ جانا نہ چاہ رہی تھی۔ نندوں نے دھکے دے کر نکالا پورا راستہ پل صراط بن گیا تھا۔ وہ روتی رہی بھائی اس کے کندھے پر ہاتھ رکھے خود بھی نڈھال تھا کہ بہن کے حالات سے بے خبری نے اسے اپنی ہی نظروں میں گرا دیا تھا۔ ایک ہفتے بعد اسلام آباد سے آنے والی رجسٹری نے سب کچھ ختم کر ڈالا۔

☆......☆......☆

ماں، بہن، بھائیوں، بھابھیوں کی محبتوں میں کہیں بھی کمی نہ تھی۔ وہ اس کا نازک آبگینے کی طرح خیال رکھتے۔ مگر وہ کیا کرتی اس دل کو جو پل پل بے چین رہتا......مولا! میرے ساتھ ایسا کیوں ہوا؟ میں نے رشتوں کی قدردانی کی، وفا نبھائی، فرض سے بڑھ کر کیا......پھر کیوں آخر کیوں ......؟ میں سمجھتی تھی محبت، خدمت، فرمانبرداری اور خلوص کے عوض میں سب کچھ حاصل کر لوں گی۔ اسی دھن میں میں نے صرف اپنا آپ ہی نہیں بھلایا، شاید تجھے بھی بھلا دیا......وہ رشتہ جو گہری بنیادوں کے ساتھ تھا، نہ جانے کب اور کیسے کٹ گیا! کہاں تو نوافل اور تہجد کا اہتمام کرتی تھی، کہاں یہ حال ہوگیا کہ فرائض تک کو چھوڑ ڈالا تھا۔

بے بسی مصائب غموں اور تکالیف کی انتہا نے اب کی بار اسے شعوری طور پر اپنے رب سے ملا دیا۔ ٹوٹا رشتہ جڑ گیا تھا۔ اسے خوب سمجھ آیا کہ زندگی کے شب و روز میں درپیش مسائل صرف محنت اور لیاقت سے حل نہیں ہوتے کہ دنیا کے نامور ترین کردار بھی ہر مسئلے کو حل نہیں کر پائے تھے۔ اس نے انبیاء کی سیرت کو پھر سے پڑھا۔ واقعہ افک نے تو

اسے رلا ہی دیا۔ پیارے نبیؐ کی سب سے محبوب بیوی پر تہمت لگائی گئی تھی اپنی زوجہ کی نیک سیرتی سے واقفیت کے باوجود آپ اس کی برأت ثابت نہیں کر پا رہے تھے۔ ایسے میں ان کی نگاہیں بھی مالک ارض وسما کی طرف اٹھی تھیں اور پھر دنیا نے دیکھا، جواب وحی کی صورت میں آسمان سے اترا تھا۔ حضرت عائشہؓ کو جب تہمت کی خبر ہوئی انہوں نے یہی کہا میں اپنا معاملہ اپنے رب کو سونپتی ہوں......فاطمہ کے لئے یہ استغفار اور رجوع کا دور تھا......

اسے وہ پہلی رات اچھی طرح یاد تھی جب وہ احتساب سے نتیجے تک پہنچی تھی۔ اس رات اسے سب کے سو جانے کا شدت سے انتظار تھا۔ رات تین بجے جب خالق کائنات صدا لگا رہا تھا ''کوئی ہے مانگنے والا جسے عطا کروں'' وہ کانپتے ہاتھ اٹھائے کندھے جھکائے عاجزی کا پیکر بنی بیٹھی تھی۔ آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ زبان لڑکھڑا رہی تھی۔ خالق کائنات نے تب اسے اپنی رحمت کے گھیرے میں لیکر چپکے سے بتا یا تھا کہ وہ بغیر کہے اس کے ایک ایک درد ایک ایک دعا کو جانتا ہے۔ تب کانپتے ہونٹوں سے لفظ ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگے۔ اظہار ندامت کے بعد وہ اس سے اسکا کرم فضل، محبت اور اعانت چاہ رہی تھی۔ اس رات نے ایک نئی فاطمہ کو جنم دیا تھا۔ اس کا ہر مسئلہ چھوٹے سے چھوٹا ہو کر ایک نقطے میں سمٹا اور پھر سرے سے تحلیل ہو گیا۔ اسے اس کے رب نے بتایا کہ وہ ہمیشہ سے اس کے ساتھ تھا...... ہر لمحے ہر مرحلے پر......مگر اس نے چونکہ اسے کچھ خاص نوازنا تھا...... بڑا مقام دینا تھا......لہٰذا بھٹی میں پکانا تو بنتا تھا!

اب جو مانگوں گی مجھے دو گے نا میرے رب، میرے سوال کو رد تو نہ کرو گے؟ اس نے سرگوشیوں کے درمیان بڑے مان سے پوچھا تھا۔
مالک کا جواب حیران کر دینے کو کافی تھا۔

''میں مانگنے والے کی دعا کو کبھی بھی رد نہیں کرتا میری بندی! رد کرنا میری شان کے منافی ہے۔ البتہ قبولیت کے وقت کا تعین میں خود کرتا ہوں......اس لئے کہ صرف میں جانتا ہوں اسے کب اس کی زیادہ ضرورت ہے۔ کبھی میں اس کی دعا کا ہزار گنا بلکہ اس کی سوچوں سے بھی بڑھ کر دیتا ہوں......کبھی مصیبت کے وقت اس کی دعا کو پہرے اور محافظت پر کھڑا کر دیتا ہوں......کبھی اس دن کے لئے سمیٹ رکھتا ہوں جس دن اس کی ضرورت کو عزیز ترین شخص بھی پورا نہ کرے گا اور پھر تجھے کیا خبر میری بندی......میں نے تیرے لئے کیا تیار کر رکھا ہے!'' اسے باتوں میں وقت گزرنے کا احساس تک نہ ہوا اس نے اذان کی آواز پر سر اٹھایا۔

☆......☆......☆

''میرا بیٹا سوفٹ ویئر انجینئر اور تین بچوں کا باپ ہے۔ بہو آزاد ماحول سے لائے تھے، بس اسی آزادی نے ڈس لیا۔ اس نے معصوم بچوں تک کا خیال نہ کیا اور ہمارا گھر تنکے تنکے بکھر گیا۔ اب کسی جوڑنے والی کی ضرورت ہے۔ جو میرے بیٹے...... میرے پوتے پوتیوں کو سمیٹ لے......انہیں مزید بکھرنے سے بچا لے۔'' وہ خاتون سسکیوں میں اپنے گھر کی حالت زار سنا رہی تھی۔ ان خاتون کا عرصہ بعد امی سے ملنے آنا اور پھر دکھڑے سنانا یقیناً بے مقصد نہ تھا۔ اور وہی ہوا۔ اس کی عدت کے دوسرے روز ہی وہ والدین کے سامنے اس کے لئے جھولی پھیلائے کھڑی تھیں۔ والدین پچھلے حادثے کے زیر اثر تھے لہٰذا سوچ کر جواب دینے کا کہا۔ محترمہ نے چوکھٹ ہی پکڑ لی۔

''امی آپ استخارہ کر لیں۔ اگر ٹھیک آئے تو بسم اللہ، مجھے کسی بھی بات پر اعتراض نہیں......نہ ہی شادی شدہ نہ ہی تین بچوں پر۔ میرے رب نے یقیناً وہاں بہت کچھ میرے لئے تیار رکھا ہوگا۔ جبھی میرے حق میں مشورہ دے گا۔''

اس نے لمحوں میں والدین کو ہلکا پھلکا کر دیا۔ رب سے راز و نیاز نہ ہوئے ہوتے تو وہ کہاں مانتی! استخارہ کے بعد کے معاملات دنوں میں طے ہوتے گئے۔ اسکا میکے میں آخری دن تھا کل اسے انجان منزل کی طرف اعتماد سے قدم بڑھانا تھا۔ اس لئے کچھ خصوصی توشہ مطلوب تھا۔ اسے رب اپنے قریب بے حد قریب، شہ رگ سے بھی قریب محسوس ہوا۔ آج اسے دل کا آخری کانٹا بھی نکالنا تھا اور یہ وقت مناسب ترین تھا۔ کپکپاتے ہونٹوں سے آخر اس نے کہہ ہی دیا۔

’’میرے رب مجھ کمزور، ناتواں بندی پر اتنی آزمائشیں، اتنی تکالیف کیوں؟؟ مجھے بتا کیا کوئی گناہ پیچھا کر رہا ہے...... یا پھر کسی کے جادوٹونے کا کمال ہے...... یا تیری ہی کوئی خاص حکمت ہے؟‘‘

رب نے گویا کپکپاتے وجود کو تسلی دی’’وہ تجھے ہیرا بنانے کا عمل تھا......تو تو پتھر تھی...... بے کار، بے مقصد سا......نفس میں گم...... پوری زندگی انا کے کھونٹے سے بندھی رہتی......مگر اب تو ہیرا ہے، اصلی ہیرا! تجھے میں نے بڑے بڑے کام سونپے ہیں...... تجھے اس گھر کے بکھرے تنکوں ہی کو نہیں سمیٹنا، وہاں ایمان کا بیج بونا ہے معصوموں میں اعلیٰ انسانی اقدار کا شعور پیدا کرنا ہے۔ خاندان والوں اور متعلق لوگوں میں مرجعِ خلائق بننا ہے ان کے مسئلوں میں انہیں رہنمائی دینی ہے۔ انہیں مجھ سے جوڑنا ہے اور بتانا ہے کہ رات کی تاریکی میں خالق کائنات سے تعلق کی استواری میں کیا لذت ہوتی ہے......اب بتا...... یہ عظیم کام تجھے تراشے اور سنوارے بغیر ممکن تھا؟‘‘

اس نے طمانیت سے مسکراتے ہوئے سر سجدے میں ڈال دیا تھا۔ اس کے نفس کا آخری کانٹا بھی آج نکل گیا تھا!

☆......☆......☆

ثریا اسماء

شبِ زندگی

بدھ کا دن تھا اور ریڈیو پاکستان لاہور سے تیسری مجلس کا پروگرام ''بزمِ خواتین'' میں عین وقت پر نٹنگ لیکر آ بیٹھی اور ریڈیو کھول دیا پروگرام میں حجاب امتیاز علی کا ایک کھیل ''پنجرہ'' بھی نشر ہوا۔ ایک بڑے میاں کے صاحبزادے بڑے عرصے بعد کہیں باہر سے تشریف لا رہے تھے۔ بیگم صاحبہ تیاری میں مشغول تھیں۔ بڑے میاں بیٹے کی محبت سے مجبور ہو کر بہو کو مشورے دینے سے نہ چوکتے۔ بہو بار بار نہایت بدمزاجی سے انہیں جواب دیتی۔ بڑے میاں نے بھی اپنے کمرے میں کوئی تبدیلی کرنا چاہی ہوگی۔ اس پر چھ سات سالہ ننھا انہیں مذاق کر رہا تھا واہ واہ امی جان دادا ابا تو یوں سمجھتے ہیں جیسے ڈیڈی پہلے انہیں کے کمرے میں آئیں گے۔ بالآخر صاحبزادے ایک دوست کے ہمراہ گھر پہنچے۔ خوش گپیاں، قصے کہانیاں اور لطیفے خوب چلے۔ ڈرائینگ روم سے ڈائننگ روم تک نوبت پہنچی مگر بڑے میاں کا کسی کو خیال نہ آیا اچانک ننھے نے ڈیڈی سے اپنے طوطے کے متعلق کچھ کہا۔ وہ کہنے لگے۔ ''او ہو بھئی ابھی تمہارے پاس وہی طوطا ہے۔ وہ تو اب بوڑھا ہو چکا ہوگا۔ اسے چھوڑ دو۔ ہم تمہیں اور طوطا لا دیں گے۔'' ننھا خوشی خوشی کمرے سے باہر دادا میاں کو یہ خوشخبری سنانے کے لئے آیا وہ پہلے ہی یہ بات سن کر پنجرے کی کنڈی کھول رہے تھے اور ساتھ آنسو بھری آنکھوں اور کپکپاتی آواز سے کہے جا رہے تھے۔ ''ہاں دوست تمہیں اب یہاں رہنے کا کوئی حق نہیں تم بوڑھے ہو چکے ہو یہ جگہ اب چھوڑ دو۔ تمہاری جگہ کوئی اور جوان طوطا آ جائے گا'' ننھا یہ باتیں سن کر روہانسا ہو کر کہتا ہے۔ ''دادا ابا آپ یہ کیسی باتیں کر رہے ہیں؟'' پھر جب طوطا اڑ گیا تو روتا روتا ڈائننگ روم کی طرف بھاگا۔ ''ہائے میرا طوطا دادا ابا نے اڑا دیا'' اور دادا ابا بے دم سے ہو کر پلنگ پر گر گئے۔

میں نے گھبرا کر ریڈیو بند کر دیا اور کمرے سے باہر نکل آئی دادی اماں صحن میں بیٹھی کسی سبزی کا جائزہ لے رہی ہیں۔ پھوپھی جان بھی آئی ہوئی ہیں۔ بہوئیں پوتے پوتیاں اور نواسے ان کے گرد جمع ہیں۔ ان کا نورانی چہرہ لازوال مسکراہٹ لئے ہے۔ وہ ہمیشہ اپنے پرسکون اور باوقار بڑھاپے پر اللہ کا شکر کیا کرتی ہیں۔ اکثر فرمایا کرتی ہیں میں اپنی پچھلی زندگی پر نظر ڈالتی ہوں تو مجھے ٹھنڈی ہوا چلتی محسوس ہوتی ہے جس کی خوشبو ابھی تک میرے اردگرد پھیلی ہوئی ہے۔

برآمدے کی بغل میں یہ سامنے والا گول کمرہ انہی کا تو ہے۔ اس وقت وہ محوِ خواب ہیں سب کو معلوم ہے کہ یہ ان کے آرام کا وقت ہے گھر کے بچے اس طرف آ کر کبھی شور نہیں مچا سکتے۔ دادی اماں اپنی عمر کی ستر بہاریں دیکھ چکی ہیں۔ تمام جسم پر نچڑے ہوئے کپڑے کی طرح جھریاں ہیں۔ منہ میں سے دانت نکل کر زبان کو ہر طرح کی آزادی بخش گئے ہیں۔ بینائی کمزور ہو چکی ہے۔ سر کے چھدرے چھدرے بال چاندی کے تاروں سے مشابہ ہیں۔ چلتے وقت کمر میں ہلکا سا خم آ جاتا ہے۔ غرض اب میری دادی اماں عمر کے اس دور میں ہیں جسے ارذلِ العمر کہا گیا ہے۔ ان کی زندگی کی شب ہو چکی ہے۔ تاریک شب جس پر گھٹا ٹوپ بادل چھائے ہوئے ہوں اور معلوم نہیں کب...... ''چراغ سحر ہوں بجھا چاہتا ہوں۔'' اور پھر آہ یہ گھر ویران ہو جائیگا ایک عظیم بزرگ کے سایہ سے خالی۔ ایک برگزیدہ ہستی کی دعاؤں سے بے نیاز۔ وہ ہستی جو آدھی رات کو نیند توڑ کر اٹھتی اور اپنے خالق کی یاد کے گن گاتی ہے۔ تمام عمر کی خطائیں معاف کرواتی ہے اور پھر اس سے گھر کے ہر بچے سے بوڑھے تک کے لئے جھولی پھیلا کر دعاؤں کی بھیک مانگتی ہے۔ کیسی پیاری ہستی ہے یہ کس قدر شفیق کتنی عالی ظرف۔

ہاں تو یہ ان کا کمرہ ہے۔ ابا جان کے کمرے سے ملحق۔ شور وشغب سے دور۔ وہ دن رات کا زیادہ حصہ یہیں گزارتی ہیں۔ اس کمرے میں ان کی ضرورت آرام و آسائش کی ہر چیز موجود ہے۔ کھڑکی کے سامنے ایک صاف ستھرا بستر پاس ہی ایک میز اور دوسری طرف دو کرسیاں۔ میز پر دو گلدان پڑے ہیں جن میں ہر روز تازہ پھول رکھے جاتے ہیں۔ کیونکہ انہیں پھولوں سے بڑی محبت ہے۔ ایک کونے میں تخت پوش پر مخمل کی جائے نماز بچھی ہے۔ اس کے قریب ایک تپائی پر قرآن مجید اور طاق میں ٹیبل لیمپ رکھا ہے۔ اس شیشے کی الماری میں ان کے کپڑے ٹنگے ہیں۔ پچھواڑے کی طرف کھلنے والے دروازے کے باہر کموڈ پڑا ہے۔ ان کے کمرے کی صفائی کروانا میرے ذمے ہے۔ دادی اماں کی باقی بچوں کی نسبت میرے ساتھ ذرا زیادہ دوستی ہے۔ ان کے پاس ایک چھوٹی سی ٹوکری جس میں موسم کے مطابق پھل ہر وقت موجود رہتا ہے۔ اس کا بیشتر حصہ بچوں کی نذر رہتا ہے۔ اور مجھے اس معاملہ میں سب پر فوقیت حاصل ہے۔

دادی اماں کی اولاد صرف تین بچے ابا جان، چچا جان اور پھوپھی جان، یہ تینوں صاحب اولاد ہیں اور ان کے آرام کا بے حد خیال رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ امی اور چچی بھی ہر وقت ان کی خدمت کے لئے چوکس رہتی ہیں۔ روزانہ انہیں غسل دلانا ان کے کپڑے دھونا۔ ان کے لئے پرہیزی کھانا تیار کرنا یہ سب نوکر ہونے کے باوجود اپنے ہاتھوں سے کرتی ہیں اور خوشی خوشی۔ شام کی نماز پڑھ کر دادی اماں باہر نکلتی ہیں صحن میں کئی عورتیں اپنے بچوں کو دم کرانے کے لئے جمع ہوتی ہیں۔ وہ اللہ کا کلام پڑھ کر ان پر پھونکتی ہیں دعائیں دیتی اور پیار کرتی ہیں۔ محلہ والیاں کسی مصیبت میں ہوں یا کوئی مشورہ لینا ہو بلا تکلف ان کے پاس آ جاتی ہیں۔ ان کی باتیں نصیحتیں کہانیاں اور گزرے ہوئے واقعات ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔

دادی اماں نہایت خدا پرست ہیں ان کی جوانی آج سے بھی زیادہ اس کی مظہر تھی۔ کئی سو بچیوں اور عورتوں کو انہوں نے قرآن مجید اور دینی کتب پڑھائیں۔ ہفتہ میں ایک بار عورتوں کو جمع کر کے کلام پاک کا ترجمہ سناتیں۔ ان کے آٹھ بچے فوت ہوئے مگر انہوں نے اسے رضائے الٰہی جان کر کوئی مشرکانہ فعل نہ کیا۔ چنانچہ اسی کی قدرت سے ابا چچا اور پھوپھی بچ گئے۔ پھر ان تینوں کی تربیت انہوں نے اس طریقے سے کی کہ باوجود اعلیٰ تعلیم کے وہ مذہب اور اخلاق کو ہاتھ سے نہ چھوڑ سکے اور انہیں دیوں سے ہمارا دیا جل اٹھا ہے۔ کیسے مبارک ہیں یہ بزرگ اور کتنے مشکور ہیں ہم ان کے۔

یہ تو تھا ایک ایسے گھر کا نقشہ جس نے ان اصول و قوانین کو اپنایا جنہیں خالق کائنات نے اپنے بندوں کے لئے پسند کیا تھا اب آیئے ذرا ایک نظر ان ممالک کی طرف جنہوں نے اپنے وضع کردہ اصولوں سے انہی بزرگوں کو ایک مصیبت بنا لیا۔

چند روز کی بات ہے چچا جان کے کمرے میں تازہ ''لائف'' پڑا تھا۔ میں اٹھا کر دیکھنے لگ گئی۔ اس کے ایک مضمون بعنوان ''معمر لوگوں کے لئے بڑھاپے کا مسئلہ'' میں درج تھا کہ امریکہ جو اپنی طاقت و کبریائی پر بڑا ناز کرتا ہے، آج کل معمر لوگوں کے مسئلہ میں بری طرح پھنسا ہوا ہے۔ حکومت کی سمجھ میں نہیں آ رہا کہ ان ۶۵ سال سے زائد عمر کے اشخاص کو جن کی تعداد پچاس ساٹھ سال میں بارہ ملین بڑھ گئی ہے کہاں کھپائے۔ 1960ء الیکشن کا سال ہے۔ یہ لوگ ووٹ بھی رکھتے ہیں اس لئے امیدوار کو اس کا حل بھی سوچنا چاہئے۔ گویا یہ اب وہاں کا سیاسی مسئلہ بن چکا چند اداروں نے اسے ریٹائرمنٹ فیس کی صورت میں حل کرنے کی کوشش کی ہے۔ ایک بل یہ بھی پیش ہوا ہے کہ ان کو طبی امداد مفت دی جائے مگر وہاں کی میڈیکل ایسوسی ایشن اس کی پرزور مخالفت کر رہی ہے۔ پھر ایک خاکے میں یہ جائزہ لیا گیا تھا کہ دوسرے ممالک مثلاً گریٹ برٹن، ناروے، سویڈن، ڈنمارک، نیدرلینڈ، جرمنی اور جاپان وغیرہ کی حکومتیں ''اولڈ ایج پرابلم'' کو فری میڈیکل ایڈ، پنشن، فنڈز اور اولڈ ایج نرسنگ ہومز کی شکل میں حل کر رہی ہے۔ ساتھ ہی کچھ تصاویر تھیں۔ ایک mental institution میں بہت سی ضعیف مریضہ بیٹھی ہیں۔ گھٹنوں میں سر دیئے۔ بکھرے بال۔ ننگے پاؤں۔ یہ سب ذہنی عوارض میں مبتلا ہیں اور یہاں ان کا علاج ہو رہا ہے۔ دوسری تصویر میں

کچھ لیڈیز کرسیوں پر بیٹھی ایک خاص قسم کے فزیکل علاج سے اپنے بازوؤں کی ورزش کر رہی ہیں ۔ آہ یہ بے سہارا بازو ۔ جنہیں اس بڑھاپے میں تھامنے والا کوئی نہیں ۔ ان کے چہرے سخت وحشت اور مایوسی کے آئینہ دار ہیں ۔ تیسری تصویر ایک نرسنگ ہوم کی ہے یہاں ہسپتال کے بیڈ پر ایک ضعیف لیڈی صاحب فراش ہے اس کی تنہائی اور ماحول کی اداسی سے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے موت کے بھیانک سائے اس پر منڈلا رہے ہوں ۔ کتنا حسرت ناک ہے اس کا بڑھاپا ۔ اس بدنصیب کا وقت تھا کہ بیماری کی حالت میں اس کے گرد بیٹے بیٹیاں اور ان کے بچے ہوتے ۔کوئی دباتا، کوئی دوا کھلاتا، کوئی باتیں سناتا، کوئی اپنی پیاری پیاری حرکتوں سے محظوظ کرتا۔مگر یہاں تو شاید کٹی عمر ہوٹلوں میں مرے ہسپتال جا کر۔

یہ چوتھی تصویر ایک ۷۱ سالہ ذہنی مریضہ کی ہے۔جس سے ایک ماہر نفسیات کچھ سوالات کر رہے ہیں ۔ یہ محترمہ نا قابل برداشت تنہائی سے تنگ آ کر اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھی ہیں۔انہیں پانچ ماہ بعد میڈیکل ایڈ اور مختلف طریقوں سے صحت یاب کر کے ڈسچارج کیا جا رہا ہے اور پانچویں تصویر میں دوبارہ وہ ایک بورڈنگ ہاؤس کی ملازمت کے سلسلہ میں ایک کمرے میں بیٹھی دکھائی گئی ہیں۔ہاتھ پر ہاتھ دھرے تنہا، اداس، بالکل یوں لگتا ہے جیسے ’’نہ کسی کی آنکھ کا نور ہوں نہ کسی کے دل کا قرار ہوں۔‘‘ اور اب پھر وہی تنہائی جس نے ان کا ذہنی سکون نگل لیا تھا۔

اسی طرح کچھ تصویریں اولڈ ایج ہومز کی ہیں گھر بہ گھر اور در بدر کے مارے یہ بزرگ یہاں مل کر بظاہر مختلف مشاغل میں مصروف اور شعوری یا لاشعوری طور پر موت کے منتظر زندگی کے دن پورے کر رہے ہیں ۔ گویا موت کی گاڑی پر سوار ہونے کے لئے یہ اولڈ ایج ہومز ’’ویٹنگ روم‘‘ کا کام دیتے ہیں۔یہ ہے موجودہ تہذیب کا تازہ ترین تحفہ۔ بچہ پیدا ہو ہسپتال میں پلے نرس کی گود میں پڑھے نرسری کلاسز میں اور بوڑھا ہو تو اولڈ ایج ہوم میں لا ڈالا جائے تا کہ انسانیت کی تکمیل ہو جائے ۔جس طرح ماں باپ بچوں کو پالتے ہیں اسی طرح بچے ماں باپ کا حق ادا کرتے ہیں۔عوض معاوضہ گر ندردائے کاش یہ لوگ ان آسمانی احکام کو جان لیں جن میں کہا گیا ہے۔

’’اور اپنے ماں باپ کیساتھ احسان کرو ان دونوں میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کی حالت میں تم تک پہنچیں تو انہیں اُف تک نہ کہو نہ انہیں جھڑکو۔اُن کے آگے عاجزی کا دامن پھیلاؤ اور کہو اللہ تعالیٰ ان دونوں پر رحم کر جیسے انہوں نے ہمیں بچپن میں پالا تھا۔‘‘ (بنی اسرائیل)

ابھی یہاں تک ہی دیکھ پائی تھی کہ چھوٹی بہن انگریزی پڑھنے کے لئے آ گئی آج اس کا سبق Speak Gently تھا ایک انگلش پوئٹ کے الفاظ تھے۔

Speak gently to the a ged one, grieve not the care worn heart whose sands of live are nearly run,let such in peace depart-

اسے پڑھا کر اٹھی تو دادی اماں کے کمرے کا رخ کیا۔وہ باہر ہی آ رہی تھیں میں ہنستی ہوئی دوڑ کر ان سے لپٹ گئی۔’’ ہے ہے کیا ہے‘‘ وہ مسکراتی ہوئی مجھے ایک طرف کرتے ہوئے بولیں۔’’اتنی بڑی ہو گئی ہے مگر حرکتیں وہی بچوں والی۔‘‘

(بتول، جنوری 1961)

☆......☆......☆

اللہ کا مہمان

یہ بات ہے سن 1996 کے آخری مہینے کی، میں آفس جانے کے لئے تیار ہوکر بیٹھا ناشتہ کر رہا تھا۔ ابھی آدھا ہی ناشتہ کیا تھا کہ فون کی گھنٹی نے چونکا دیا۔ اللہ خیر کرے، میرے منہ سے بیساختہ نکلا، اس لئے کہ بہت سویرے کبھی کوئی ٹیلیفون نہیں آیا تھا۔ اس زمانے میں موبائل فون کا رواج ہی نہیں تھا، اور لینڈ لائن فون کچھ فاصلے پر تھا۔ فون کی جانب بڑھتے ہوئے میں نے اچھی طرح محسوس کر لیا تھا کہ سب اہل خانہ جس میں میرے بیوی بچے اور والدہ محترمہ بھی شامل تھیں، انھوں نے کھانے سے ہاتھ کھینچ لئے ہیں اور ان سب کی توجہ میری جانب ہی مبذول ہے۔

میں نے ٹیلیفون اٹھایا تو دوسری جانب سے میرے آفس کے ایک ساتھی نے کپکپاتی ہوئی آواز کے ساتھ مجھے دنیا کی سب سے بڑی خوش خبری سنائی جس کو سن کر میرا رواں رواں رقصیدہ ہوگیا۔ مجھ پر کپکپی طاری ہوگئی، میں نے اور کچھ سنے بغیر فون کریڈل پر رکھ دیا اور اپنی والدہ کی گود میں سر رکھ کر زار وقطار رونے لگا۔ گھر والوں کی پریشانی انتہا کو پہنچ چکی تھی، ہر چہرہ سوالیہ نشان بنا ہوا تھا، والدہ میرے سر اور کمر پر بہت پیار سے لیکن اضطرابی کیفیت کے ساتھ ہاتھ پھیر رہی تھیں اور انتظار کر رہی تھیں کہ مجھے کچھ قرار آئے تاکہ میں انھیں کچھ بتا سکوں۔

میری حالت کچھ سنبھلی تو میں نے کہا کہ میرا نام حج کی قرعہ اندازی میں نکل آیا ہے، اور یہ کہہ کر میں نے اپنا سر پھر اپنی والدہ کی گود میں رکھ دیا۔

ہر زبان سے مبارک باد کے الفاظ بیساختہ بلند ہوئے۔

میں ایک آئل کمپنی میں ملازم تھا، جس میں ملازم ہوئے مجھے اس وقت 18 برس ہو چکے تھے۔ ہماری کمپنی ہر سال 27 ملازمین کو حج پر بھیجا کرتی تھی، پتا نہیں کیا بات ہے کہ ان اٹھارہ برسوں میں میرے دل میں کبھی یہ تڑپ کیوں نہ پیدا ہوئی کہ میں بھی کبھی اسی طرح ''اللہ'' کا مہمان بنوں، میرا ابھی کبھی قرعہ اندازی میں نام نکلے لیکن، گزشتہ دو برسوں سے دل میں یہ تمنا شدت سے جنم لے رہی تھی کہ میں بھی ان خوش قسمتوں میں شامل ہو جاؤں۔ گزشتہ سال نہ جانے کیوں مجھے ایسا لگ رہا تھا کہ اس مرتبہ کی قرعہ اندازی میں میرا نام ضرور آئے گا۔۔۔ لیکن۔۔۔ اس میں میرا نام شامل نہیں تھا، میں اپنے دل میں بہت رویا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ خود مجھ کو اس قابل بنا دے کہ میں اپنے بل بوتے پر حج کر سکوں۔

ہوتا یہ ہے کہ بہت سارے جذبے ہوتے تو بہت سچے ہیں لیکن نہ جانے کیوں بہت جلد سرد ہو جاتے ہیں۔ میرے ساتھ بھی ایسا ہی کچھ ہوا اور میں اس کسک اور تڑپ کو قریب قریب فراموش کر چکا تھا جو گزشتہ سال حج کی قرعہ اندازی میں اپنا نام نہ پا کر ہوئی تھی، بلکہ اب تو مجھے یہ بھی یاد نہیں رہا تھا کہ اس ماہ کوئی قرعہ اندازی ہونے والی ہے۔

پاکستان سیاسی اعتبار سے شاید ہی کبھی مستحکم رہا ہو، ادھر قرعہ اندازی میں میرا نام نکلا، ادھر حکومت کا عبوری دور شروع ہو گیا، حج کا مہینہ اپریل 1997 میں آنا تھا۔ میرا ٹرانسفر بلوچستان کی ایک دور دراز کی فیلڈ میں ہو چکا تھا، لیکن حج کی وجہ سے اعلیٰ افسران نے اسے موخر کیا ہوا تھا۔ کاغذات حکومت کی منظوری کے لیے گئے ہوئے تھے۔ اسی دوران ایک بری خبر ملی کہ حکومت نے سرکاری حج کوٹے پر مکمل پابندی لگا دی ہے۔ اس خبر کو سن کر خیال آیا کہ شاید مجھ گناہگار کی دعوت رب العزت نے ابھی قبول نہیں کی۔ بہت رونا آیا لیکن میں نے یہ خبر بد گھر والوں سے پوشیدہ رکھی۔

ٹرانسفر آرڈر آئے ہوئے تھے، اب تاخیر کا جواز نہیں رہ گیا تھا اس لئے مجھے اسلام آباد سے بلوچستان بھیج دیا گیا۔ جس طرح قرعہ اندازی

کی خبر ہر لوکیشن کو کر دی جاتی ہے، اسی طرح حکومت کی لگائی گئی پابندی کی خبر بھی ہر ہر لوکیشن کو ہو چکی تھی، میرے قرعہ اندازی میں نام آنے کی اطلاع تو اس لئے بھی اس لوکیشن کو تھی کہ ٹرانسفر آرڈر کے ساتھ ہی اس میں تاخیر درج تھی اور حج کے لئے تیاری بطور جواز لکھی گئی تھی۔

حج میں ایک ماہ اور شاید بیس دن رہ گئے تھے لیکن میں حیران تھا کہ مجھے خواب میں جو بھی اشارے ملتے تھے وہ حج کے ہی ملتے تھے جبکہ حکومت پاکستان نے اس پر سختی کے ساتھ پابندی لگائی ہوئی تھی۔

دوسرے ساتھیوں کا تو پتہ نہیں البتہ میرے فیلڈ منیجر جب جب بھی ملتے وہ یہی کہتے کہ دیکھو حبیب یہ دعوت اللہ کی جانب سے ہے، تمہیں حج پر جانے سے اب دنیا کی کوئی طاقت نہیں روک سکتی، ان کی اس بات سے مجھے حوصلہ ملتا اور مجھے وہ اشارے جو خواب میں ملتے تھے حقیقت معلوم ہونے لگتے، لیکن کیسے؟ اس کا جواب مجھے دینے والا کوئی نہیں تھا!

جب میں فیلڈ سے گھر کے لئے روانہ ہوا اس وقت حج کی آخری فلائٹ جس کو اسلام آباد سے روانہ ہونا تھا اس میں فقط چار دن باقی رہ گئے تھے اور اس وقت تک حکومت کی پابندی برقرار تھی، میں حیران تھا کہ دل اسقدر مطمئن کیوں ہے اور ایسا کیوں لگتا ہے کہ میں اللہ کا مہمان بن چکا ہوں۔

ایک دن کا سفر کر کے جب میں اگلی صبح گھر پہنچا ہوں اور جونہی اپنے گھر میں داخل ہوا ہوں، میں نے اپنے لئے والدہ، بیوی اور بچوں کو اپنا منتظر پایا، سب بہت خوش تھے اور بہت پر جوش بھی۔ ان کی یہ کیفیت دیکھ کر میں حیران رہ گیا کہ اللہ جانے کیا ماجرا ہے۔ میری اس بیتابی کو محسوس کرتے ہوئے والدہ نے کہا کہ کل ہی تمہارے ہیڈ آفس سے کوئی آیا تھا اور کہہ رہا تھا کہ تم آج گھر پہنچنے والے ہو، اور یہ بات اسے فیلڈ سے پتہ چلی ہے، تو جونہی حبیب صاحب پہنچیں انھیں بلا تاخیر ہیڈ آفس بھیجیں، حکومت نے پابندی ہٹالی ہے اور مہلت بہت کم ہے، کاغذات کی تیاری میں بہت ہی کم وقت رہ گیا ہے۔

قرعہ اندازی میں نام نکلنے کی خبر جب ملی تھی تو میں ناشتہ کر رہا تھا، پابندی اٹھنے اور ہیڈ آفس پہنچنے کا جب حکم ملا ہے تو وہی وقت ہے اور ناشتہ تیار ہے، واہ واہ، سبحان اللہ، ایک مرتبہ پھر میری آنکھوں سے شکرانے کے اشک جاری ہو گئے تھے۔

ہیڈ آفس گیا ہوں تو متعلقہ ڈپارٹمنٹ کے سارے افراد کے گویا پر لگے ہوئے تھے۔ عام طور پر گورنمنٹ ڈپارٹمنٹ کام کے سلسلے میں بہت سست ہوتے ہیں لیکن لگتا ہی نہیں تھا کہ یہ شعبہ کسی گورنمنٹ آرگنائیزیشن کا ہے، دو دن، رات گئے تک مصروف رہے اور تیسرے دن میں احرام باندھے، آنکھوں میں آنسو لیے، بیوی بچوں اور والدہ کی دعاؤں کے ساتھ اللہ کے گھر کی جانب محو پرواز تھا۔

اس بات کا سخت ملال تھا کہ میں اپنی والدہ اور بیوی کو اپنا ہمراہی نہ بنا سکا لیکن اس میں میرا کوئی قصور نہیں تھا، حکومت کی جانب سے لگائی گئی پابندی نے کسی بھی قسم کی بھاگ دوڑ سے روک دیا تھا۔ جب میرا خود کا جانا ہی قریب قریب ناممکن نظر آ رہا تھا تو میں مزید کیا ہاتھ پاؤں مارتا!

کہتے ہیں کہ خانہ کعبہ پر جس وقت پہلی نظر پڑے اس وقت جو دعا مانگی جائے وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول ومقبول ہوتی ہے۔ نامعلوم دل میں کن کن دعاؤں کا سوچا، کتنے جملے جوڑے کہ بس پلک جھپکائے بغیر یہ دعا مانگوں گا۔ ہماری بس غالباً کسی ایسے مقام پر پہنچی جہاں سے کعبہ نظر آ رہا ہوگا، بس میں ایک شور اٹھا، میں نے گھبرا کر اپنی توجہ اپنی سیٹ کی جانب ہی رکھی اس لئے کہ میں نے تہیہ کر رکھا تھا کہ میں مسجد کے صحن میں پہنچ کر ہی اللہ کے گھر کا دیدار کرونگا اور پلک جھپکائے بغیر ڈھیروں دعائیں مانگوں گا۔

رہائش گاہ اس وقت کی ایک جدید عمارت بنی جو ''مسجد جن'' کے قریب واقع تھی۔ سامان رکھا اور دیدار بیت اللہ کے لئے روانہ ہوا۔ جب صحن حرم میں داخل ہوا اور کعبے پر پہلی نگاہ پڑی، ہوش وحواس سب جواب دے گئے، وہ خوبصورت خوبصورت جملے، وہ بڑی بڑی دعائیں نہ جانے کہاں گم ہو گئیں، آنسوؤں کی لڑی تھی اور بس یہ جملہ کہ اللہ تعالی میرے سارے چھوٹے بڑے گناہ معاف کر دے۔

مجھ سے زیادہ شاید ہی کوئی خوش قسمت ہو جس نے نہ جانے کتنے نوافل حطیم میں میزاب رحمت کے نیچے پڑھے اور جب جب ارادہ کیا تب تب پڑھے، کوئی طواف صحن حرم سے باہر نہیں کیا، خانہ کعبہ کی دیواروں سے لگ لگ کر دعائیں مانگیں، جب جب چاہا حجر اسود کو بوسہ

دیا، رکن یمانی کے پاس کھڑے ہو کر نوافل ادا کئے اور خانہ کعبہ کے دروازے کو اپنے گناہگار ہاتھوں سے چھوا...... میں چاہوں بھی تو اس رب کا شکر یہ ادا نہیں کر سکتا جس نے میری ایسی دعوت کی، ایسی میز بانی کی۔

ایک بات میں اور بتاؤں، میں نے خانہ کعبہ کی دیواروں کو پکڑ پکڑ کر نہ جانے کتنے حاجیوں کو دھاڑیں مار مار کر روتے ہوئے دیکھا اور یقین جانیے، جب میں بالکل کعبے کی دیوار کے ساتھ لگ کر طواف کر رہا تھا تو فرش پر میرے پاؤں پسیج رہے تھے اور یہ ساری تراوٹ لوگوں کے ان آنسوؤں کے سبب تھی جو ان کی آنکھوں سے رواں تھے۔

حج کا یہ سال وہ بدقسمت سال تھا جب منیٰ میں آگ لگ گئی تھی اور ستر ہزار خیمے جل کر راکھ ہو گئے تھے، یہ ایک ایسی داستان ہے جس کا ایک ایک لمحہ میں نے اپنی آنکھوں سے اس طرح دیکھا جس طرح کوئی فلم دیکھتا ہے، اگر اللہ نے توفیق دی اور زندگی نے مہلت، تو میں اس دردناک واقعے کو ضرور قلم بند کروں گا۔

حج کے سارے ارکان ادا ہو گئے، حج مکمل ہو گیا، ابھی مدینے کا سفر باقی تھا، میں کیونکہ سب سے آخری فلائٹ کا مسافر تھا اس لئے ابھی مدینے کی جانب جانے میں بہت دن باقی تھے، عمرے کرنے کا بہترین موقع تھا اس لئے اس دوران متعدد عمرے کئے، بیشمار طواف اپنے نصیب میں لکھے۔

طواف روک دیا گیا تھا، نماز ظہر کا وقت قریب تھا، ابھی صف بندی نہیں ہوئی تھی، میرے پاس تھرموس نما بوتل میں زم زم تھا، میرے دائیں جانب بیٹھے ایک صاحب نے پانی مانگا، میں نے گلاس بھر کر اس کو پیش کیا، اس کی ایک جھلک دیکھی، اور پھر دوسری مرتبہ دیکھنے پر مجبور ہو گیا لیکن بہت دیر نہ دیکھ سکا، میں نے آج تک اتنا خوبصورت چہرہ نہیں دیکھا تھا۔ نسلاً ترکی ہی لگا لیکن میں اس کی خوبصورتی کی تعریف لفظوں میں بیان نہیں کر سکتا۔ وقت کے ساتھ ساتھ بہت ساری یادیں ماہ وسال کے گرد وغبار میں گم ہو جاتی ہیں، وہ شخص بھی گم ہو ہی گیا تھا۔ ایسا کیوں ہوا تھا اللہ ہی جانتا ہے۔ لیکن اللہ کو شاید یاد دلانا اور اس کو ہمیشہ یاد رکھنا ہی منظور تھا۔ اس لیے کبھی بھی کوئی خوبصورت چہرہ نظر پڑا تو اس حرم میں دیکھے ہوئے چہرے کا خیال آیا اور پھر وہ حسن اس کے سامنے اس طرح ماند پڑ گیا جیسے چاند کو گہن لگ جاتا ہے۔ وہ دن اور آج کا دن، وہ شکل بھلائے نہیں بھولتی۔

آج مسجد نبوی میں پہلی نماز ادا کرنے کی سعادت نصیب ہو رہی تھی، میں وضو میں مصروف تھا، میرے دائیں جانب کوئی نہایت پاکیزہ شخصیت وضو کر رہی تھی، خود بھی سفید، لباس بھی براق، مجھے مخاطب کیا تو میں نے توجہ کی، وہ صاحب کہنے لگے کہ میں ہر سال حج کرتا ہوں، پھر حج کی تعداد بتائی جو شاید ستر سے زیادہ تھی، نہ معلوم میں نے ان کی بات بہت توجہ سے کیوں نہیں سنی اور وہ کیا سودا تھا میرے سر میں جو میں ان کو بہت غور سے بھی نہ دیکھ سکا۔ البتہ ان کی جو بات میرے ذہن میں ثبت ہو کر رہ گئی وہ یہ تھی کہ مسجد میں ''استوان'' ضرور تلاش کرنا۔

وضو کر کے میں مسجد میں داخل ہوا، اور بغیر کسی رکاوٹ آپ ﷺ کی روضہ مبارک تک پہنچ گیا۔ اس لمحے میرے ہونٹوں پر مولانا ماہرؔ القادری کی نعت کے یہ اشعار مچل رہے تھے:

وارفتہ و بیچارہ در ماندہ و ناکارہ
دربار میں حاضر ہے اک شاعر آوارہ
پہلے مری آنکھیں تو اشکوں سے وضو کر لیں
اتنی مجھے مہلت دے اے حسرت نظارہ
مسجد کے ستوں کیا ہیں انوار کے فوارے
جالی ترے روضے کی رحمت کا ہے گہوارہ

ظہر کی نماز با جماعت ریاض الجنہ میں ادا کی، یہ مسجد کا وہ حصہ ہے جو اسی حالت میں جنت میں جائے گا۔

اپنی اقامت گاہ پہنچا تو مجھے ان صاحب کی بات جو دوران وضو ملے تھے یاد آئی کہ ''استوان'' ضرور تلاش کرنا، تو میں نے وہ کتب جو ہمراہ لے گیا تھا ان کے صفحات الٹ پلٹ کئے، ایک جگہ نقشے کے ساتھ سات استوان کی نشاندہی کی گئی تھی۔ اس نقشے کو غور سے دیکھا اور پھر ہر نماز میں ہر ستوں کے ساتھ با جماعت نماز پڑھنے کی سعادت حاصل کی جس کے لئے لوگ دو رکعت نفل نماز کے لئے خوشامد کرتے نظر آتے ہیں۔

اسی مسجد میں ایک یونیورسٹی بھی ہے جو مسجد کی پہلی منزل پر ہے اور جس کا راستہ بادی النظر میں ایک بڑے ستون کی مانند ہے۔ یہ سب مجھے بھی معلوم نہیں تھا، میں نے کچھ طالب علموں کو اس ستون میں گم ہوتے دیکھا تو اشتیاق پیدا ہوا کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ قریب پہنچ کر راز کھلا کہ یہ راستہ تو اوپر کی جانب جا رہا ہے۔ خیال یہی تھا کہ شاید یہ اس چھت تک جاتا ہوگا جہاں گنبد ہیں اور جو اپنی جگہ بھی بدل لیتے ہیں، یہ سوچ کر میں نے بھی اوپر جانے کی ٹھان لی لیکن دروازے پر دو مستعد پہرے داروں کو کھڑا پایا تو میں کوئی تاثر دیئے آگے بڑھ گیا لیکن موقع کی تلاش میں رہا۔ ایک مرتبہ چار پانچ طلبا کو ایک ساتھ جاتے ہوئے پایا تو میں دائیں بائیں دیکھے بغیر ان کے ہمراہ ہولیا۔ میں نے محسوس کیا کہ ایک مرتبہ تو دربانوں نے میرے جانب روکنے کے لئے ہاتھ بڑھایا لیکن میں نے کوئی توجہ ہی نہیں دی اور اوپر چڑھتا چلا گیا۔ اوپر جا کر یہ راز کھلا کہ یہ تو یونیورسٹی ہے جہاں باقاعدہ کلاسیں لگی ہوئی تھیں۔ میں نے اعتماد کے ساتھ ایک دو کلاسوں میں جھانک کر دیکھا جہاں لیکچر جاری تھے۔ میں نے ادھر ادھر دیکھا تو ایک بڑے سارے ہال میں کچھ شوکیس نما میزیں نظر آئیں۔ جب ان کے قریب پہنچا تو ان نوادرات سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کیا جن کا دیدار ہر مسلمان کی تمنا ہوسکتی ہے۔ ان میں حضور پاک ﷺ کی مہریں، خطوط، موئے مبارک اور دیگر بیشمار اشیاء رکھی ہوئی تھیں۔

واہ میرے مولا! میری زبان سے بے ساختہ کلمہ شکر ادا ہوا اور نگاہوں سے سجدہ شکر ٹپک پڑا۔

میں نے کسی سے سنا تھا کہ اگر کوئی مسجد نبوی میں مسلسل چالیس نمازیں باجماعت پڑھ لے تو حضور ﷺ اس کی شفاعت کریں گے۔ مدینے جاتے ہوئے میں نے اپنے رب سے بہت عا کی کہ اے میرے رب مجھے مسجد بنوی میں چالیس کی چالیس نمازیں لگاتار باجماعت پڑھنے کی توفیق اور ہمت ضرور دینا۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ایک دن نماز ظہر کے بعد میں خلاف معمول سو گیا۔ شدید گرمی کا زمانہ تھا، ایئر کنڈیشنڈ ماحول میں آنکھ لگ گئی۔ نیند کچھ زیادہ ہی گہری ہوگئی، اچانک میرے کانوں میں اذان کی آواز گونجی، جس سے میں کسی حد تک بیدار تو ضرور ہوا لیکن جلد ہی پھر سے گہری نیند میں چلا گیا۔ کچھ دیر بعد کسی نے زور زور سے دروازہ کھٹکھٹایا، میں بوکھلا کر اٹھا تو کیا دیکھتا ہوں کوئی ایک فرد بھی رہائش گاہ میں نہیں، شاید سب نماز کے لیے جا چکے تھے۔ میں یک لخت شدید پریشانی کے عالم میں سوچنے لگا، یا اللہ مجھے معاف کر میں غفلت کا شکار کیوں ہو گیا، عصر کی جماعت کا وقت نکلا جا رہا ہے اور میں سو رہا ہوں، یا اللہ میری چالیس نمازیں۔۔۔۔۔۔ میں نے نہ جانے کتنی تیزی کے ساتھ وضو کیا، دل رو رہا تھا، وضو کر کے میں اڑتا ہوا مسجد نبوی کی جانب روانہ ہوا، مجھے یاد نہیں کہ کبھی میں اسقدر تیز رفتاری کے ساتھ پیدل چلا ہوں، بس اللہ ہی جانتا ہے کہ میں کیا کیا دعائیں کرتا گیا، کاش مجھے آخری رکعت ہی مل جائے، تشہد ہی مل جائے۔ نہ مجھے دائیں کی کچھ خبر تھی نہ بائیں کی، بس میں اڑتا ہوا جا رہا تھا۔ واہ میرے مولا، جب میں مسجد میں داخل ہوا تو جماعت کے لئے لوگ صف بندی کر رہے تھے۔ سبحان اللہ!

نماز سے فارغ ہوا، شکرانے کے دو نوافل اور ادا کئے، واپس اقامت گاہ پہنچا اور جب ذہن پوری طرح بیدار ہوا تو اس وقت سے لے کر آج تک میں اس سوچ میں گم ہوں کہ وہ اذان کی آواز آخر آئی کہاں سے تھی۔۔۔۔ اس لئے کہ اس عمارت میں تو کبھی اذان کی آواز سنائی ہی نہیں دی، اور وہ دروازہ کس نے بجایا تھا۔۔۔۔۔۔ کیونکہ پوری عمارت میں میرے علاوہ اور کوئی فرد اس وقت موجود ہی نہیں تھا۔ گویا وہ میری دعا تھی جو میری نگہبان بن کر میری نمازوں کی حفاظت کر رہی تھی۔

آخر وہ لمحہ بھی آیا جب مجھ سمیت بہت سارے حاجی نم دیدہ اس منور شہر سے رخصت ہو کر ایئر پورٹ کی جانب روانہ ہو رہے تھے۔ پھر وہ لمحہ بھی آیا جب ہم سب جہاز میں سوار ہو کر اسلام آباد کی جانب محو پرواز تھے۔ میں سوچ رہا تھا، ایک وہ وقت تھا جب میں اسلام آباد سے اس مقدس سرزمین کے لئے روانہ ہو رہا تھا اور ڈر رہا تھا اس بات سے کہ کہیں یہ جہاز اللہ نہ کرے کسی حادثے کا شکار ہو جائے اور میں حج کی سعادت سے محروم رہ جاؤں۔۔۔۔۔۔ اور آج میرے دل میں موت کا کوئی ذرہ

میرا بھائی ڈاکٹر نعیم اقبال

برابر بھی خوف نہیں کہ اگر یہ جہاز تباہ ہو گیا تو کیا ہو گا، بلکہ میرے دل میں یہ خواہش ابھری کہ اگر اس جہاز کی قسمت میں (خدانخواستہ) تباہی لکھی ہے تو اس سے اچھا وقت شاید اور کوئی نہیں ہے مرنے کا۔۔۔۔۔۔۔اس لئے کہ آج میں ایسا معصوم ہوں جیسے کوئی نومولود بچہ ہوتا ہے!!

☆......☆......☆

ہم چھ بہنیں اور پانچ بھائی تھے۔ ہماری والدہ ہم سب بچوں کے ساتھ اس طرح پیار کرتیں اور خیال رکھتیں جیسے کسی ماں کا ایک ہی بچہ ہو۔ ہمارے والد انڈیا کے زمانے میں ان چند مسلمانوں میں سے ایک تھے جو پڑھے لکھے تھے۔ ہمارے ابا جی کو اردو، انگلش، عربی، فارسی پنجابی سب زبانوں پر عبور تھا۔ ہمارے گھر میں پڑھائی کا بہت زیادہ چرچا تھا۔ ہر وقت کسی نہ کسی موضوع پر گفتگو ہوتی رہتی۔ میری والدہ کو بھی پڑھنے کا بہت شوق تھا۔ دن کو تو انہیں وقت نہ ملتا تھا مگر رات کو کوئی نہ کوئی رسالہ یا کتاب پڑھ کر سوتیں۔

میرا دوسرے نمبر کا بھائی قمر جو کہ چار یا پانچ سال کا تھا اسے Diphtheria (خناق) ہوا اور وہ ایک دو دن میں ہی اللہ کو پیارا ہو گیا۔ اس کی وفات نے ہمارے خاندان پر گہرا اثر چھوڑا۔ ہم تو جو غمزدہ ہوئے وہ تو تھے ہی مگر ہماری والدہ تو بالکل ہی چپ ہو گئیں۔ بہت مشکل آہستہ آہستہ سمجھا کر انہیں نارمل کیا۔ قمر کے بعد نعیم بھائی تھے۔ والدہ تو ایسی گھبراہٹ کا شکار ہوئیں کہ ہر وقت نعیم بھائی کو اپنی آنکھوں کے سامنے ہی رکھتیں۔ کھانا بھی خود کھلاتیں اور اپنے ساتھ ہی سلاتیں۔ پانچ جماعتوں تک گھر ہی پڑھایا چھٹی جماعت کے وقت سنٹرل ماڈل سکول داخل کروا دیا۔ سنٹرل ماڈل سکول اس زمانے میں اسی طرح مشہور تھا جیسے ایچیسن کالج آجکل مشہور ہے۔

نعیم بھائی کے دوست کے گھر بھینس خریدی گئی۔ نعیم بھائی نے ضد شروع کر دی کہ میں نے بھی بھینس لینی ہے۔ نعیم بھائی کی کسی بات کو نہ تو ابا جی نہ ہی والدہ، انکار نہیں کرتے تھے، چنانچہ ایک عدد بھوری بھینس خریدی گئی۔ اس کے لئے ایک کمرہ بنایا گیا اور ایک آدمی اس کی نگرانی کیلئے رکھا گیا۔ سکول سے آتے ہی بستہ رکھ کر نعیم بھائی بھینس کے کمرے میں چلے جاتے شام کو اس کی رسی پکڑ کر اسے سیر کراتے اتوار کو اسے نہلاتے۔

پاکستان بننے سے پہلے کی بات ہے۔ سنٹرل ماڈل سکول میں ہندو لڑکے بھی پڑھتے تھے۔ پہلا سالانہ امتحان ہوا تو ہندو لڑکا فرسٹ آیا اور نعیم بھائی چند نمبروں سے سکینڈ تھے۔ نعیم بھائی رپورٹ لے کر گھر آئے تو ابا جان نے شاباش بھی دی اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ نعیم! اگر تم تھوڑی سی محنت اور کرتے تو پھر فرسٹ مسلمان بچہ آتا تم زیادہ ٹائم تو بھینس کو دیتے ہو اگر تم کہو تو بھینس بیچ دیں تا کہ تم یکسوئی سے پڑھ سکو اور فرسٹ آیا کرو۔

نعیم بھائی پر ابا جی کی باتوں کا بہت اثر ہوا تھا انہوں نے فوراً اجازت دے دی کہ بھینس بیچ دی جائے۔ چنانچہ بھینس بیچ دی گئی۔ پھر میٹرک تک ہمیشہ ہر امتحان، ٹسٹ یہاں تک کہ گیمز اور ڈیبیٹ میں بھی سب سے آگے ہوتے۔

میٹرک کا سالانہ امتحان قریب آ رہا تھا نعیم بھائی دن رات پڑھائی کر رہے تھے۔ عین امتحانوں سے دو تین دن پہلے بیمار ہو گئے زیادہ پرچے تو بیماری میں ہی دیئے۔ جس طرح کے پیپرز وہ چاہتے تھے ویسے نہ ہو سکے۔ رزلٹ نکلا تو نعیم بھائی بورڈ میں سکینڈ تھے اور وہی ہندو لڑکا فرسٹ تھا جس کے ساتھ ان کا ہمیشہ مقابلہ رہتا تھا۔ رو رو کر ان کا برا حال تھا۔ ہمارے گھر اس طرح سناٹا تھا جیسے خدانخواستہ کوئی حادثہ ہو گیا ہو، لوگ مبارکباد دینے آ رہے تھے اور ہم سانس روکے بیٹھے تھے۔ کچھ دن گزر گئے مگر نعیم بھائی کا رونا ختم ہی نہیں ہوتا تھا۔ یہ حالات دیکھ

کر میری والدہ نے اعلان کر دیا کہ اگر اب کوئی اس گھر میں فرسٹ آیا تو میں اس کی پڑھائی بند کروادوں گی، بہت ہو گیا اب سب بچوں نے پہلی دس پوزیشنوں میں رہنا ہے اور فرسٹ سکینڈ بالکل نہیں آنا۔

ایف ایس سی گورنمنٹ کالج سے کی، اس دوران میں پاکستان بن گیا۔ پھر کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج پہنچ گئے اور اچھی پوزیشنیں لیتے ہوئے ڈاکٹر بن گئے۔ ایم بی بی ایس کے بعد پوسٹ گریجویشن ڈی ایم آر ڈی میں کی، پھر انگلینڈ چلے گئے، وہاں سے ریڈیولوجی میں ڈی ایم آر ای کیا۔ واپس آ کر میو ہسپتال ریڈیولوجسٹ لگ گئے۔ پرائیویٹ پریکٹس کی بھی اجازت تھی اس لئے وہ بھی شروع کر دی Diagnosis کیونکہ بہت صحیح ہوتا تھا اس لئے پریکٹس بہت ہو گئی۔ نعیم بھائی نے کبھی لالچ نہیں کیا تھا کہ فیس زیادہ لیں۔ وہ ہمیشہ یہ کہتے تھے کہ میں اپنی فیس کم رکھوں گا تو ایکسرے کی قیمت بھی مریضوں کو کم دینی پڑے گی۔

بچپن سے ہی نعیم بھائی کی عادتیں عام بچوں سے ہٹ کر تھیں۔ انہوں نے کبھی نہیں کہا تھا کہ انہیں بھوک لگی ہے، نہ انہوں نے کبھی کھانے کی کسی چیز کی فرمائش کی تھی۔ نتیجہ یہ تھا کہ والدہ اور بڑے بہن بھائی ان کا بہت خیال رکھتے تھے۔ کھانا چونکہ ہم سب بہن بھائی اکٹھے کھاتے تھے، سب سے زیادہ آوازیں نعیم بھائی کو پڑتی تھیں کہ جلدی آئیں کھانا شروع ہونے لگا ہے۔ یہ بات اتنی پکی ہوگئی کہ جب کالج میں پہنچ گئے تو کالج سے آ کر بھی سیدھے اپنے کمرے میں چلے جاتے اور کھانے کے وقت کوئی بھی جا کر انہیں بلا کر لاتا۔

جب ہسپتال ڈیوٹیاں شروع ہوئیں تو رات لیٹ آتے میری والدہ کا برا حال ہوتا کہ کہیں نعیم بھائی بغیر کھانا کھائے سو نہ جائیں۔ کام والیاں تو باورچی خانہ صاف کر کے برتن وغیرہ اٹھا کر چلی جاتیں مگر میری والدہ ان کا سالن اور چاول کئی کئی مرتبہ گرم کرتیں، خاص طور پر سردیوں میں جب ٹھنڈ کی وجہ سے سب کچھ جلدی ہی ٹھنڈا ہو جاتا اُس زمانے میں HOT POT نہیں ہوتے تھے۔ نعیم بھائی کے کھانے کیلئے خالص موٹی چھوٹی دو عدد پتیلیاں ہوتیں جن میں ایک میں سالن دوسری میں چاول ہوتے اور موٹے موٹے کپڑوں کی تین چار تہیں کر کے انہیں ڈھانپ کر میز پر رکھ کر سونے جاتیں۔

شادی کے بعد بھابھی بھی اسی طرح پریشان رہتیں جیسے میری والدہ رہا کرتیں تھیں۔ اگر تو میز پر کھانا رکھا ہوتا تو کھا لیتے اگر چائے دیر سے پی ہوتی اور ساتھ کچھ کھا لیا ہوتا تو پورا کھانا اٹھا کر فرج میں رکھ دیتے۔

مگر دوسروں کی بات بہت دھیان سے سنتے۔ ابا جان نے شروع ہی سے اسلامیہ پارک میں بہت سے پلاٹ لے لئے تھے، جس جس کے پاس پیسے ہوتے گئے وہ ابا جان سے پلاٹ لے کر گھر بناتا گیا اتوار کے دن عصر کی نماز پڑھ کر سب بہن بھائی فصیح منزل آجاتے اور چائے اکٹھے پیتے۔ فصیح ہمارے دادا کا نام تھا جن کے نام پر ابا جان نے گھر بنوایا تھا۔ چھوٹا بھائی سعید اور اس کی بیوی ڈاکٹر عارفہ والدین کے ساتھ فصیح منزل ہی رہتے تھے۔ عارفہ عصر سے مغرب تک گھر ہی مریضوں کو دیکھتی اور ضرورت مند مریضوں کو دوا بھی دے دیتی۔

ایک دن چائے پیتے عارفہ نے کہا کہ آجکل مریض بہت زیادہ آنے لگے ہیں اور اکثر مہینے کے آخر تک پیسے ختم ہو جاتے ہیں۔ پہلی تاریخ آئی تو نعیم بھائی میرے گھر آئے اور ایک لفافہ مجھے دے گئے، لفافے پر لکھا تھا ”ضرورت مند مریضوں کے لئے دوائی کے پیسے“ میں نے لفافہ کھولا تو اس میں کچھ ہزار کے نوٹ تھے میں نے وہ لفافہ عارفہ کو دے دیا۔ پھر ہر پہلی تاریخ کو مجھے وہ لفافہ دے جاتے اور میں وہ لفافہ عارفہ کو پہنچا دیتی۔

ایک دن سعید اور عارفہ اسلام آباد گئے تھے۔ واپسی پر رات کے وقت جہلم کے قریب گاڑی ایک بمپر سے ٹکرائی اور کھائی میں گر گئی۔ حادثہ اتنا شدید تھا کہ ارد گرد کے لوگ کہتے تھے کہ ہمیں پکا یقین تھا کہ گاڑی کے اندر والے بچے نہیں ہوں گے۔ لوگوں نے جب مچڑی ہوئی گاڑی کے دروازے کاٹ کر سعید اور عارفہ کو نکالا تو اللہ تعالیٰ کا معجزہ ہی تھا کہ دونوں کو معمولی خراشیں ہی آئی تھیں۔ گھر فون کیا گیا تو خاندان کے مرد فوراً وہاں پہنچے اور دونوں کو گھر لائے صدقے وغیرہ دیئے گئے۔ پہلی تاریخ آئی تو اب دو لفافے آئے ایک دوائیوں والا لفافہ تھا دوسرے لفافے پر لکھا تھا ”صدقہ آلِ فصیح“ اب باقاعدگی سے دو لفافے آتے

تھے۔

ڈیڑھ سال کے بعد سعید کی بیٹی مزنہ اور داماد عامر کی گاڑی کا حادثہ گوجرانوالہ کے قریب ہوا اللہ نے پھر کرم کیا دونوں بچ گئے۔ اب جب لفافہ ''صدقہ آل فصیح'' آیا تو پیسے دوگنا تھے۔ کچھ سال پہلے میرے بھتیجے رضی کی گاڑی کا ایکسڈنٹ لالہ موسیٰ ہوا اب جو لفافہ آیا اس میں پیسے تین گنا تھے۔

پچھلے سال عصر کے وقت ہم سب بہن بھائی فصیح منزل چائے پی رہے تھے۔ سعید کا بیٹا زبدور حمان جو کہ جناح ہسپتال میں رجسٹرار ہے، اس نے چائے پیتے بتایا کہ ہسپتالوں کا اتنا برا حال ہے کہ آپریشن کے دوران Cat gut (کیٹ گٹ، دھاگہ) ختم ہو گیا تو مریضوں کے رشتے داروں کو بھگایا اور دھاگہ منگوا کر آپریشن مکمل کیا۔

اب پہلی تاریخ کو تین لفافے آنے شروع ہو گئے تیسرے لفافے پر لکھا ہوتا for Emergency جو میں زبدور حمان کو دیتی۔

میری والدہ ان دنوں حیات تھیں۔ عصر کے وقت ہم سب بہن بھائی اور والدہ چائے پی رہے تھے اور ہلکی پھلکی گفتگو بھی ہو رہی تھی اچانک میری والدہ نے کہا'' بھئی مجھے آج کام کرنیوالی نے بتایا ہے کہ جس ماں کا بیٹا حافظ ہوتا ہے قیامت کے دن وہ قبر سے باپردہ اٹھے گی'' ہم مسکرانے لگے۔ نعیم بھائی نے ہنس کر کہا، ہم آپ کو پہلے ہی برقعہ پہنا دیں گے آپ فکر نہ کریں۔ بات آئی گئی ہو گئی۔

کچھ سالوں کے بعد والدہ کو انتڑیوں کا کینسر ہو گیا اور وہ چند مہینوں کے بعد ہی فوت ہو گئیں۔ یہ چند مہینے باقی بچوں نے جو خدمت کی وہ تو کی مگر نعیم بھائی نے تو کمال ہی کر دیا۔ ہمارا گھر ہسپتال بن گیا، ہر دوائی، ڈرپیں، آکسیجن سلنڈر، بڑا سے بڑا ڈاکٹر، ہر چیز گھر میں ہی میسر تھی۔ یکم مئی کو ان کا آپریشن ہوا اور 11 اگست کو وہ فوت ہو گئیں۔

اگلے دن ہم سب بہن بھائی اور کچھ قریبی رشتے دار قرآن پڑھ رہے تھے نعیم بھائی میرے ساتھ بیٹھے تھے وہ جلد جلد صفحے پلٹتے جا رہے تھے میرے دل میں آیا یہ اتنی جلد صفحے پلٹ رہے ہیں جس طرح حافظ قرآن پڑھتے ہیں۔ قرآن ختم کر کے بھائی وغیرہ باہر تعزیت کرنیوالوں کے پاس چلے گئے ہم عورتیں بیٹھی تھیں۔ میں نے اپنی بہنوں کی طرف چہرہ کر کے کہا'' نعیم بھائی اس طرح صفحے پلٹ رہے تھے جیسے حافظ قرآن پڑھتے ہیں'' میری ایک رشتے دار خاتون سامنے بیٹھی تھی حیرانی سے بولی'' آپ کو نہیں پتہ، وہ حافظ ہیں، ہماری سمن آباد کی مسجد میں تو تین سال سے سامع بنتے رہے ہیں''۔ ہم حیران پریشان ایک دوسرے کا منہ دیکھ رہے تھے۔ نعیم بھائی نے ماں کی خواہش پوری اور اس عمر میں جب کہ وہ اتنے مصروف بھی تھے قرآن حفظ کر کے ماں کیلئے صدقہ جاریہ بن گئے۔

ایک مرتبہ ہماری رشتے دار خاتون ہمارے گھر ملنے آئیں تو ہمیں بتایا کہ رات زبیدہ (میری والدہ) مجھے خواب میں ملیں بہت خوش تھیں، مجھ سے کہا'' میری ساری اولاد ہی اچھی ہے مگر نعیم کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا۔''

14 دسمبر 2014ء رات 8 بجے نعیم بھائی ثریا عظیم ہسپتال میں رپورٹیں لکھ کر فارغ ہوئے اور ایک ٹیکنیشن کو کہا کہ چونکہ داتا کا عرس ہے اس لئے ٹمبر مارکیٹ کی طرف بہت رش ہو گا، میں رش میں موٹر سائیکل نہیں چلا سکتا۔ تم مجھے خورشید کلینک جو ٹمبر مارکیٹ میں ہے چھوڑ آؤ۔ اس نے بتایا کہ میں ڈاکٹر صاحب کو وہاں پہنچا آیا اور خود واپس ثریا عظیم ہسپتال آ گیا۔ ساڑھے نو بجے 1122 ایمبولینس میں سے فون آیا کہ ایک آدمی سڑک پر بے ہوش ہے اس کی جیب سے جو کاغذ نکلا ہے اس پر سب سے اوپر آپ کا فون نمبر ہے اور اس کے شناختی کارڈ سے پتا چلا ہے کہ ان کا نام ڈاکٹر نعیم ہے۔ اس ٹیکنیشن نے ایمبولینس والے کو کہا کہ ڈاکٹر صاحب کو فوراً ثریا عظیم ہسپتال لے آئے۔ وہ بتاتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب کا جو حال تھا میں فوراً ہی انہیں لے کر سروسز ہسپتال آ گیا وہاں سے اس نے گھر فون کیا اسی وقت بیٹا عرفان اور بھتیجا ڈاکٹر عمران ہسپتال پہنچے اس وقت تک سی ٹی سکین اور ایکسرے وغیرہ ہو چکے تھے۔ سر پہ چوٹ تھی اور ٹانگ کی ہڈی بھی ٹوٹ چکی تھی۔

عرفان نے بتایا کہ میں نے ان کے چہرے کے پاس ہو کر پوچھا'' ابی جی میں کون ہوں آپ مجھے پہچانتے ہیں؟'' انہوں نے آنکھیں کھولیں، دیکھا اور آنکھوں سے اشارہ کیا'' ہاں'' پھر کلمہ پڑھتے اپنی اس منزل کی طرف چل دیئے جس کی تیاری انہوں نے ساری زندگی کی تھی۔

نعیم بھائی کی وفات کے بعد مدتوں لوگ تعزیت کیلئے آتے اور

بھائی کے متعلق ایسی ایسی باتیں بتاتے کہ ہم تو جو سن کر حیران ہوتے ، ہمارے پاس بیٹھے ہوئے دوسرے لوگ بھی اللہ اکبر سبحان اللہ کہنا شروع ہوجاتے ۔خورشید کلینک کا مالک جہاں انہوں نے آخری وقت رپورٹس لکھیں اور باہر آکر حادثہ ہوا بتایا ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے جب رپورٹس ختم کی تو ایک ٹیکنشن سے کہا کہ مجھے ثریا عظیم ہسپتال تک چھوڑ آؤ، وہاں ان کی موٹر سائیکل تھی ۔ وہ کہتا ہے کہ میں اندر اپنی جیکٹ لینے گیا، وہاں مجھے تھوڑی دیر ہوگئی ۔ جب میں ان کے کمرہ میں آیا تو وہ وہاں نہیں تھے ۔ میں جلدی سے گیٹ تک گیا اور کھول کر باہر سڑک کو دیکھا مجھے وہ نظر نہیں آئے ، میں اندر آ گیا۔

مالک بتاتا ہے کہ دو تین دن پہلے صبح کے وقت میں اور ڈاکٹر نعیم چائے پی رہے تھے اور باتیں بھی کر رہے تھے باتوں باتوں میں ڈاکٹر نعیم نے کہا ’’میرے پاس اس وقت کچھ پیسہ بھی نہیں بیشک اللہ میاں ابھی مجھے اٹھالے ۔‘‘ اور یہ حقیقت ہے کہ ان کی وفات کے بعد جب بنک میں سے پیسے نکلوا کر ورثہ تقسیم کرنا تھا تو اس میں کچھ نہ تھا ۔ پہلی رمضان کو وہ اپنا بیلنس ’’زیرو‘‘ کر دیتے تھے ۔ پھر رمضان کے بعد نئے سرے سے بنک میں پیسے جمع ہوتے اور مختلف مدوں میں استعمال ہونے شروع ہوجاتے ۔ قربانیاں دل کھول کر کرتے ۔ ایک پوری گائے والدہ کی طرف سے اور ایک پوری گائے ساس کی طرف سے، اس کے علاوہ بہت سارے بکرے اور بہت ساری گائیوں میں حصے ۔ قصایوں کے لئے بہت سے پیکٹ دودھ چینی پتی کے ہوتے اس کے علاوہ کھانے کا بھی بندوبست کرتے ۔

ایک دن تعزیت کیلئے اٹھارہ لڑکیاں جو ایک ہسپتال میں ٹیکنیشن کا کورس کر رہی تھیں آئیں ۔ نعیم بھائی انہیں ایکسرے کی ٹریننگ دے رہے تھے انہوں نے بتایا کہ ڈاکٹر نعیم اتنے ہمدرد اور اچھے تھے کہ نوٹس کے لئے رجسٹرز اور بال پوائنٹ بھی دیتے اور ہمارے آنے جانے کا بس کا کرایہ بھی ہمیں دیتے ۔ پڑھاتے اتنا اچھا کہ کوئی ٹیچر ایسا نہیں پڑھاتا تھا ۔ جب پڑھانے کے دوران سوال پوچھتے تو نام لے کر نہیں پوچھتے تھے بلکہ کہتے تھے اچھی لڑکی تم بتاؤ۔

ایک دن ایک کلینک کا ٹیکنیشن آیا جہاں نعیم بھائی ایکسرے کی رپورٹس لکھتے تھے ۔ اس نے بتایا کہ ایک دن ڈاکٹر نعیم میرے پاس آئے اور مجھے کہا کہ میرے ساتھ چلو اور اپنی موٹر سائیکل پر بٹھا کر ایک کچی آبادی میں لے گئے ۔ وہاں ایک تنگ گلی میں سے گزرے اور ایک چھوٹے سے گھر کے دروازے پر رکے ۔ دروازہ کھٹکھٹایا ، ایک عورت نے کھولا اور ڈاکٹر نعیم کو سلام کر کے ایک طرف ہوگئی ۔ مجھے لگا کہ ڈاکٹر صاحب یہاں اکثر آتے ہوں گے جو اس عورت نے کچھ نہیں پوچھا اور راستہ دے دیا ہے۔

ڈاکٹر نعیم مجھے لے کر تنگ سی سیڑھیوں پر سے اوپر چلے گئے ۔ دروازہ کھولا ، ایک کمرہ تھا جس میں چار پائی پر ایک بوڑھا آدمی لیٹا ہوا تھا۔ ڈاکٹر نعیم نے اسے سلام کیا، شلوار تھوڑی سی اوپر کی ، ٹانگ پر ایک بڑا سا پھوڑا تھا۔ مجھے کہا اسے کٹ دے کر اندر سے مواد نکال دو، اور مجھے وہ کٹ پکڑائی جو ساتھ لے کر آئے تھے اور خود باہر چلے گئے ۔ میں نے پھوڑے کو کاٹ کر گندہ مواد نکالا اور دوائی لگا کر پٹی کرنی شروع کی ۔ اتنے میں ڈاکٹر صاحب آ گئے ۔ ان کے ہاتھ میں چھوٹا سا ٹفن تھا، انہوں نے اس میں سے کھانا نکال کر پلیٹ میں ڈالا ، بستر کے نیچے سے ایک ٹب نکالا ، گلاس میں پانی ڈال کر ہاتھ دھلائے ۔ بابا جی نے کھانا شروع کیا۔ میں باہر ہاتھ دھونے چلا گیا ۔ میرے آنے تک ڈاکٹر صاحب وہ گندے روئی کے ٹکڑے اٹھا کر لفافے میں ڈال کر چار پائی کے نیچے رکھ چکے تھے ۔ مجھے بہت شرمندگی ہوئی کہ یہ کام تو مجھے کرنا چاہیے تھا ۔ میں نے معذرت پیش کی تو کہنے لگے نہیں نہیں تمہارا بہت شکریہ تم نے میرا اتنا بڑا کام کیا ۔ مجھے لے کر واپس کلینک آئے اور زبردستی مجھے پیسے دے کر چلے گئے ۔

اُس کی بات سن کر ہمیں سمجھ آئی کہ ہم نے اتنی مرتبہ گاڑی خریدنے کا کہا مگر جواب ملتا ’’گاڑی گلیوں میں نہیں جا سکتی‘‘ ہمیں اس بات کی سمجھ نہیں آتی تھی ، اس کی بات سن کر پتا چل گیا ۔ نہ جانے اس طرح کی کتنی گلیاں ہوں گی جہاں نعیم بھائی جاتے رہتے تھے۔

نعیم بھائی کا ایک چھوٹا سا گھر تھا جو ہمشہ کرائے پر چڑھا رہتا تھا۔ لوگ تو کرائے داروں سے جو معاہدہ کرتے ہیں وہ یہ ہوتا ہے کہ سٹامپ

عالیہ شمیم

باتوں سے خوشبو آئے

پیپر پر تین ماہ کا کرایہ ایڈوانس، ہر سال 8 فیصد یا پانچ فیصد کرایہ بڑھانا، توڑ پھوڑ کی خود مرمت کروانی وغیرہ وغیرہ۔ مگر نعیم بھائی کا معاہدہ جو لکھا جاتا تھا وہ ان میں سے کچھ نہیں ہوتا تھا، صرف یہ لکھا ہوتا تھا، اگر مجھے اطلاع ملی کہ آپ کا ہمسایہ آپ سے تنگ ہے تو میں اسی دن آپ کو جواب دے دوں گا اور اسی دن آپ کو گھر خالی کرنا پڑے گا۔

نعیم بھائی ہمیں چھوڑ کر چلے گئے۔ کس نے ٹکر ماری، کہاں ماری گئی، کس وقت ماری گئی، کہاں سے اٹھایا گیا، کچھ پتا نہیں، یہ ایک راز تھا جو ابھی تک کھلا نہیں۔ ☆

کراچی شہر میں معمول کے مطابق سخت گرمی اور ٹریفک جام تھا۔ جس کو جلدی پہنچنا تھا ٹریفک جام ہونے پر پہلے ہی جھنجلا چکا تھا۔ مزید گرمی اور حبس نے دماغ گھما دیا تھا۔

ایسے میں فاران کلب کے خنک ہال میں ادیبات وشاعرات کے درمیان پہنچ کر گویا رگ و پے میں ٹھنڈک دوڑ گئی تھی، ساری بیزاری اور جھنجلاہٹ ہوا ہو چکی تھی، چہار جانب بے بی پنک کلر کے پینافلیکس پر مشتمل بینرز اور ان پر لکھی خوبصورت عبارتیں آنکھوں کو تراوٹ بخش رہی تھیں۔ منی بک اسٹال پر شائقین ادب کی دلچسپی کے لیے بچوں کی کہانیاں، سفر نامے، افسانے وشاعری پر مشتمل کتابیں اپنی جانب کھینچ رہی تھیں اور دل تھا کہ انہی میں اٹکا ہوا تھا۔ مگر ہال کے اندر توجہ کی تو اسٹیج اور اس پر موجود شخصیات کو دیکھ کر دل کھل اٹھا۔

یہ حریم ادب کے تحت سجنے والے ادبی فورم کا تذکرہ ہے۔ نائب صدر حریم ادب پاکستان طہورہ شعیب نے نظامت کے فرائض انجام دیئے اور اپنی خوبصورت اناؤنسمنٹ سے مہمانان گرامی کا تعارف کرواتے ہوئے فورم کا آغاز کیا۔ یکے بعد دیگرے معروف افسانہ نگارو مدیرہ حمیرا راحت، ادیبہ ونقاد رضیہ سبحان، شاعرہ وضاحت نسیم، ریڈیو پروڈیوسر سیما رضا، اور مصنفہ ومترجمہ نگار نگہت اعظمی و دیگر نے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ فورم میں کثیر تعداد میں سینیر ونو آموز قلمکار خواتین اور صحافیات کی شرکت جذبوں اور حوصلوں کو مہمیز کر رہی تھی۔ اسٹیج کے سامنے قالین پر گاؤ تکیہ لگا کر ادبی محفل کا تاثر دیا گیا تھا، جبکہ چہار اطراف میں صوفے لگائے گئے تھے۔

راقمہ نے میزبان کی حیثیت سے مہمانوں کا استقبال کیا، اور سورہ الحشر کے آخری رکوع کی تلاوت وترجمہ سے فورم کا باقاعدہ آغاز کیا۔ اپنے افتتاحی کلمات میں مہمانان گرامی اور شرکائے محفل کو خوش آمدید کہتے ہوئے عرض کی کہ اتنی سخت گرمی اور بوجھل ٹریفک کے ساتھ آپ تمام معزز مہمانوں کی آمد حریم کے لیے حوصلے کا باعث ہے۔ ادب معاشرے کی ضرورت ہے، اچھی اور باصلاحیت تحریر زندگی کو بے مقصدیت کے دائرے سے نکال کر عظیم تر مقصد سے روشناس کروا دیتی ہے۔ ادیب پر اس حوالے سے ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ معاشرے کی خرابیوں کا ادراک کرتے ہوئے اس کے حل کی طرف رہنمائی کرے۔ لکھنا ہماری ضرورت ہے۔ فن تحریر فطری صلاحیت ہے۔ ادب ایک ایسا آئینہ ہے جس میں نہ صرف ادیب کی سوچ کا عکس نظر آتا ہے بلکہ معاشرے کی پرچھائیاں بھی دکھائی دیتی ہیں۔ آپ قلمکار بہنوں کی ہماری محفل میں شرکت ہمارے لیے اعزاز ہے، آیئے مل کر ایسے بامقصد ادب وصحافت کی تخلیق کریں جو آج کے دور میں انسانی المیوں کا عکاس ہو اور انسانیت کی راہِ نجات کی طرف رہنمائی کرے۔ ہم جو آج دوسری تہذیبوں کے اثر میں ہیں، ہمیں تیز رفتاری سے بدلتے ہوئے زمانے پر اپنی گرفت قائم کرنا ہوگی تاکہ مستقبل کی نقشہ گری خود کر سکیں۔ قلم کا موثر

استعمال وقت کی اہم ضرورت ہے۔ میں قلمکار بہنوں کو دعوت دیتی ہوں کہ اس عظیم مقصد کے لئے حریم کی ممبر شپ حاصل کر کے اس قافلے میں باقاعدہ شریک ہوں اور اپنے قلم کا حق ادا کریں۔

معروف افسانہ نگار و مدیرہ حمیرہ راحت نے اپنی گفتگو کا آغاز شہزادنیر کی مختصر نظم بعنوان ''دعائے استقامت'' سے کیا:

میں لفظوں کی لگن لے کر چلا ہوں
اور زمانے میں چلن ہندسوں کا ہے

کہنے لگیں، آج ہم جس دور میں سانس لے رہے ہیں یہ وہ دور ہے جب کتاب، لفظ، جذبے، رشتے، تہذیب، نیکی اور اخلاص کی جگہ ہوسِ زر، خودغرضی، بے ادبی، تمسخر، حرص وتکبر نے لے لی ہے، لوگوں کے نزدیک اب زندگی کا مقصد دولت کمانا رہ گیا ہے۔ مزید ستم اخلاقی قدروں کو کسی مقدس کتاب کی مانند لپیٹ کر طاق نسیاں میں رکھ چھوڑا، مشترکہ خاندانی نظام ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو رہا ہے ور دکھاوے وتصنع کے آسیب نے ذہنوں پر قبضہ جما لیا، اگلے وقتوں کا جو ایک جذبہ تھا کہ

اک شجر ایسا محبت کا لگایا جائے
جس کا ہمسائے کے آنگن میں بھی سایہ جائے

اب یہ جذبہ ناپید ہو گیا ہے۔ ایک اچھا ادیب مخلص ہوتا ہے۔ حرفوں کی طاقت سے انکار نہیں، ادب ذہن اور سوچ کو بدلنے کی صلاحیت رکھتا ہے لیکن دوسروں کی اصلاح سے پہلے ادیب کو خود سچا اور دیانتدار ہونا پڑے گا تبھی اس کے قلم کا سچ دلوں پر اثر کرے گا۔

ریڈیو پروڈیوسر سیما رضا نے کہا، ادیب معاشرے کا نبض شناس ہوتا ہے۔ ادیب کو قلم کی حرمت کا خیال رکھتے ہوئے اپنی سوچ کے ذریعے معاشرے میں انقلاب لانا چاہیے، ادب کا معیار اور ادیب کا کردار بلند ہو سکتا ہے۔ مثبت سوچ کے ذریعے اچھی سیرت پروان چڑھتی ہے۔ ادیب کے پاس تو وہ انجکشن ہے جس سے اخلاقی زوال دور کرنا ممکن ہے۔

شعری مجموعوں سرد آگ اور خاموش دستک کی شاعرہ رضیہ سبحان نے کہا، معاشرے کی بقا میں ہر فرد کا کچھ نہ کچھ حصہ ضرور ہوتا ہے۔ اچھی شخصیت اچھے ماحول کو جنم دیتی ہے، ہمارے معاشرے کی بڑی برائی جہالت ہے۔ جہالت غربت کو جنم دیتی ہے اور غربت حسد کی چنگاری کو ہوا دیتی ہے، حسد بدلہ لینے پر اکساتا ہے اور نتیجہ فساد کی صورت میں ظاہر ہو جاتا ہے۔ ادیب امن کا پیامبر ہے، اگر ادب میں بے ایمانی آ گئی تو یہ معاشرے کا المیہ ہو گا۔ ادیب کی مثبت سوچ اچھی سیرت و کردار کو ابھارتی ہے اور معاشرے کی تعمیر میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔

مہمان شاعرہ وضاحت نسیم نے نسل نو کے بدلتے رویوں پر گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ نسل نو کو گمراہی سے بچانے کے لیے ماں، استاد اور ادیب کا کردار اہم ہے۔ مصنفہ و ترجمہ نگار نگہت اعظمی نے حاضرین سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا کہ قلمکار اپنے دور کا مؤرخ بھی ہوتا ہے، ادیب کے ہاتھ میں موجود قلم کا تقاضا ہے کہ وہ حق اور سچ کا راستہ دکھائے اور راستے سے کانٹے سمیٹ کر شر کو دور کرتے ہوئے خیر کی فضا پیدا کرے۔

آخر میں صدر مجلس اور سرپرست اعلی حریم ادب دردانہ صدیقی نے اپنے اختتامی خطاب میں حاضرین محفل کی آمد کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ ادیب معاشرے کا نبض شناس ہوتا ہے، معاشرہ افراد ہی سے تشکیل پاتا ہے، ادیب معاشرے کا حساس فرد ہوتا ہے اور مسائل کا ادراک رکھتا ہے۔ اہل قلم کو قلم کی سیاہی سے معاشرے کی سیاہیاں مٹانے کی سعی کرنی چاہئے۔

مقررین کی حکمت وعلم سے مالا مال گفتگو نے سامعین کی توجہ اپنی جانب مسلسل مبذول کر رکھی تھی، ذرا بھی وقت گذرنے کا احساس نہیں ہوا تھا، فورم کا اختتام لذت کام و دہن سے ہوا اور حاضرین محفل گرمجوشی کے ساتھ آئندہ پھر ایسی ہی محفل منعقد کرتے رہنے کی تاکید کے ساتھ رخصت ہوئے۔

☆......☆......☆

عید کیسے منائیں!

عیدالفطر کے موقع پر حقیقی خوشیاں سمیٹنے کے لئے اس عظیم تہوار کی اہمیت کو مدنظر رکھنا چاہئے تا کہ شعوری احساس کے ساتھ سب کو خوشیوں میں شامل رکھا جا سکے۔ پہلی بات جو یاد رکھنے کی ہے وہ یہ ہے کہ رب کائنات نے رمضان المبارک کے بابرکت مہینے میں جن عبادات کا موقع عطا کیا ان پر رب کریم کا شکر ادا کیا جائے جس طرح رمضان المبارک کے دوران ہمہ وقت عبادت میں منہمک رہے۔اسی طرح عیدالفطر کا چاند دیکھ کر اس رات کو بھی عبادت اور اللہ کی کبریائی بیان کرتے ہوئے گزارنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

عیدالفطر کی صبح عید گاہ جانے کی تیاری بڑے اہتمام سے کرنی چاہیے۔غسل کریں نئے یا اُجلے کپڑے زیب تن کریں۔خوشبو لگائیں۔ گھر کے تمام افراد عید گاہ جانے کا اہتمام کریں۔چھوٹے بچوں اور خواتین کو بھی عید گاہ لے جانا چاہیے۔بعض احادیث میں یہاں تک آیا ہے کہ خواتین عید گاہ میں آئیں اگر کسی کے پاس چادر نہ ہو تو دوسری بہن کی چادر میں آ جائیں۔اگر نماز نہ پڑھ سکتی ہو تو بھی دعا میں شرکت کے لئے ضرور آئیں۔گویا عید وہ تہوار ہے جس میں گھر کے چھوٹے بڑے اور خواتین سب کے لئے عید گاہ جا کر اجتماع میں شرکت کرنے کی فوقیت ہے۔

نماز کے لئے جب گھر سے نکلیں تو ممکن ہو تو کھجوریں کھائیں کیونکہ عید کو حضور اکرمؐ کا یہی معمول تھا۔عید گاہ کی طرف جاتے ہوئے باآواز بلند یہ تکبیریں پڑھیں

اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر، اللہ اکبر وللہ الحمد

یا: اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر کبیرا والحمد للہ کثیرا وسبحان اللہ بکرۃ واصیلا

عید گاہ سے واپسی پر راستہ تبدیل کریں یعنی جس راستہ سے عید گاہ کی طرف گئے تھے واپسی پر مختلف راستہ ہو۔تمام ملنے والوں کو عید کی مبارک باد پیش کریں۔بچوں، بڑوں خواتین گویا گھر آ کر اہل محلہ سے ملاقات کریں عید کی مبارک باد دیں۔اپنے گھر مدعو کریں۔اور کھانے پینے کی اشیا پیش کر کے تواضع کریں۔جن پڑوسیوں سے کسی قسم کا اختلاف رہا ہو اسے ختم کر کے دل کو صاف کریں اور ملنے میں پہل کریں۔یہی انداز عزیز و اقارب کے ساتھ بھی اپنائیں۔

اہل محلہ سے فارغ ہو کر رشتہ داروں سے ملاقات کے لئے ان کے گھر جائیں یا انہیں اپنے گھر مدعو کریں۔اگر کوئی عزیز گزشتہ اور موجودہ عیدالفطر کے دوران فوت ہو گیا ہو تو اس کے گھر ضرور جائیں۔ ساتھ ہی ایسے عزیز و اقارب اور پڑوسیوں کے گھر جانے کا اہتمام کریں جو بیمار ہیں۔ان کی عیادت کریں اور دلجوئی کی خاطر کچھ نہ کچھ وقت انہیں ضرور دیں۔

عید کے پہلے یا دوسرے دن کچھ وقت نکال کر قریبی ہسپتال، یتیم خانہ، یا اس جیسے کسی دوسرے ادارے میں جائیں اور عید کی خوشیوں میں انہیں شامل کرنے کے لئے کچھ وقت دیں اگر اللہ نے توفیق عطا کی ہو تو کچھ نہ کچھ تحائف بھی لے جائیں۔

جو بات یاد رکھنے کی ہے وہ یہ ہے کہ رمضان کا رب سارے مہینوں کا رب ہے اس کیلئے ہمیشہ اپنے رب کی اطاعت اور عبادت کرنا مومن کی نشانی ہے۔یہ بات اچھی طرح جان لینی چاہیے کہ عید عبادت اور اطاعت کی انتہا نہیں ہے۔رب کریم کا ارشاد ہے۔

ترجمہ:''اور اس آخری گھڑی تک اپنے رب کی بندگی کرتے رہو جس کا آنا یقینی ہے۔''☆

ٹوٹا رشتہ

کسی چیز سے جب رشتہ ٹوٹ جائے تو دوبارہ جوڑنا بہت مشکل ہوتا ہے بلکہ بعض اوقات ناممکن ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ٹوٹ کر جڑنے والے رشتوں میں جو دراڑیں پڑ جاتی ہیں وہ تاحیات مٹائی نہیں جاسکتی۔ جس طرح شیشے کے گلاس میں اگر بال آجائے، وہ چیخ جائے تو لاکھ کوششوں کے باوجود وہ جوڑا نہیں جاسکتا۔ بالکل اسی طرح ٹوٹے ہوئے رشتوں اور ٹوٹے ہوئے دلوں کو کوئی بھی مرہم جوڑ نہیں سکتا۔

میرا کاغذ قلم سے ایک ایسا رشتہ ہے جس کا کوئی نعم البدل نہیں۔ مگر عرصہ دراز ہوا کہ یہ رشتہ بھی معدوم ہوتے ہوتے آہستہ آہستہ ختم ہو گیا۔

حالات وواقعات اور معاشرتی ماحول نہ صرف انسانی جسم پہ اثر انداز ہوتے ہیں بلکہ وہ انسان کی سوچوں، خیالات و جذبات، احساسات اور اعصاب پہ بھی براہِ راست اثر ڈالتے ہیں۔ جس طرح اگر ننھے سے بیج کو سخت پتھریلی زمین میں ڈال دیا جائے تو اس میں سے کبھی بھی کونپل نہیں پھوٹتی۔

بالکل اسی طرح اگر ذہین و باصلاحیت افراد کو ناقدرے اور بے علم لوگوں کے سپرد کر دیا جائے تو نہ صرف افراد کی صلاحیتوں میں زنگ لگ جاتا ہے بلکہ ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ وہ کورے کاغذ کی مانند ہو جاتے ہیں جیسے کہ انہیں کچھ آتا ہی نہ ہو۔

ایسا ہی کچھ حال میرے ساتھ ہوا!

مومن کی شان تو یہ ہوتی ہے کہ وہ قسمت پہ شکوہ کناں ہونے کے بجائے تقدیر پہ راضی بہ رضا رہے۔ سو ہم نے بھی رودھو کر اپنی قسمت اور ناقدری سے سمجھوتہ کر لیا اور اپنی متاعِ عزیز کاغذ قلم کو تہہ خانے میں دفنا دیا۔ مگر دل و دماغ مسلسل ایک بے چینی اور اضطراب کا شکار رہے۔ بارہا سمجھایا کہ:

؎ دل ناداں تجھے ہوا کیا ہے
آخر اس درد کی دوا کیا ہے؟

مگر ہر کوشش ناکام رہی۔ بالآخر دوبارہ طویل عرصے کے بعد کاغذ قلم اٹھا لیا۔ مگر سوچوں کے گھوڑے سرپٹ دوڑانے کے باوجود یہ نہ سمجھ میں آیا کہ کیا لکھا جائے؟ کیسے لکھا جائے؟ اس لئے جو دل و دماغ میں آتا گیا اس کو دھڑا دھڑ بذریعہ قلم صفحہ قرطاس پہ منتقل کرتی گئی کہ کچھ نہ کچھ تو لکھ ہی لیا جائے گا۔

زندگی کے تمام شعبوں میں جب تک انسان مستقلاً کام کرتا رہتا ہے اس کے لئے وہ کام آسان ہو جاتا ہے۔ پھر ایک وقت آتا ہے کہ وہ اس کام میں مہارت پیدا کر کے معاشرے میں ایک نام ومقام حاصل کر لیتا ہے۔ مگر جب انسان کام کرتے کرتے چھوڑ دے تو اس کے لئے دوبارہ کام کا آغاز کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ ہر قدم پہ نفس دہائی دیتا ہے کہ تم کچھ نہیں کر سکتے۔ دماغ کہتا ہے کہ تمہارے بس کی بات نہیں۔ عزیز واقارب اور دوست احباب مذاق اڑاتے اور طنز کرتے ہیں کہ چلو بھئی، کوا چلا ہنس کی چال، اپنی بھی بھول گیا۔

مگر یہی وہ لمحات ہوتے ہیں جب انسان کو ثابت قدمی اور استقلال کا مظاہرہ کرتے ہوئے فراخ حوصلگی سے لوگوں کی حوصلہ شکن باتوں کو برداشت کرنا چاہیے اور میدانِ عمل میں کود پڑنا چاہیے، یہ سوچ کر کہ ہمتِ مرداں مددِ خدا!

جب ایک دفعہ کام کا آغاز ہو جائے تو خود بخود اطراف کا ماحول سازگار ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ جس طرح جب میں لکھنے بیٹھی تو مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ کیسے شروع کیا جائے۔ جب لکھنا شروع کیا تو وہ احساس ازخود ختم ہو گیا۔

اسی طرح جب انسان نئی زندگی کا آغاز کرتا ہے تو اسے نہیں معلوم ہوتا کہ وہ زندگی کیسے گزارے گا۔ بالآخر ایک وقت ایسا آتا ہے کہ جب اس کی زندگی اختتام پذیر ہو جاتی ہے۔ ایسے میں کامیاب صرف وہی ہوتا ہے جو سوچ سمجھ کر ایک مقصد کے تحت اپنی زندگی گزارتا ہے تاکہ قبل از موت وہ اپنی ابدی اور لافانی زندگی کی تیاری کر سکے۔

؎ اجل بھی اس کی بلندی کو چھو نہیں سکتی
وہ زندگی جسے احساسِ بندگی ہو جائے

☆......☆......☆

محشر خیال

افشاں نوید۔کراچی

پاکیزہ اذہان کی آبیاری کے لئے پاکیزہ ادب کس قدر ضروری ہے اسکا اندازہ ہر ماہ بتول پڑھ کر ہوتا ہے اور جب بتول کے لکھاری تبصرہ کرتے ہیں تو رسالے سے انکا تعلق ظاہر ہوتا ہے کہ وہ حلقہ بتول کا حصہ ہیں ۔ یہ صحت مند روایت ہے جو اس بار بھی خوب نبھائی گئی۔ حبیب الرحمن صاحب کی شاعری بہت بہترین ترجمانی کرتی ہے قاری کے دل کی۔ان کے اشعار میں گاہے بگاہے اپنے مضامین کو معتبر بنانے کے لئے استعمال کرتی ہوں۔

''لینڈنگ'' میں زمین پر اترتے اترتے دل بھی بیٹھنے لگا۔ بہت اچھی ترجمانی ہے اس عنوان پر۔حمیرا، غزالہ، قانتہ، شاہدہ تو قلم کا حق ادا بھی کر دیتی ہیں اور سوچ کے نئے دریچے بھی روشن کر دیتی ہیں ۔شمیم فاطمہ کہاں کھو گئیں تلاش گمشدہ کا اشتہار واجب ہے اب تو......!!

قولِ نبیؐ میں فقہ پر معلوماتی مضمون پڑھ کر لگا کہ فقہ کا عنوان ہر شمارے میں ہونا چاہیے۔عورتوں کے مسائل اور شبہات پر الگ کتابیں ہیں فقہاء کی ان سے انتخاب دیئے جاسکتے ہیں۔

اداریہ بھی قومی درد لئے ہوئے تھا حسب معمول۔بشریٰ تسنیم بھی ہلکے پھلکے مگر اہم ترین موضوعات پر قلم اٹھاتی ہیں ۔کفالت پر خاص مضمون واقعی خاص تھا۔

پکے رنگوں کے مضبوط دھاگے والے اشتہار پر ضرور ٹھہرتی ہوں ۔امی جان کی یاد جو آجاتی ہے۔کبھی سلائی مشین،کبھی ہاتھ میں پکڑی ہوئی سوئی میں ڈالا ہوا لمبا سا دھاگہ،کہیں ترپائی ہو رہی ہے، کہیں کپڑوں پر ایپلیک بن رہی ہے،کبھی بڑے بچوں کے کپڑے کاٹ کر چھوٹے کیے جا رہے ہیں ۔کبھی پرانی چادروں سے روٹی لپیٹنے کے دستر خوان بن رہے ہیں ،کبھی پرانی شلواروں کی کتر بیونت کے بعد ازار بند سی رہی ہیں ، مشین سے ایک بہناپا تھا اس نسل کا۔جو ان میں باقی ہیں وہ اب بھی عشق کے اس باب میں آہیں بھرتے نظر آتے ہیں۔ہمیں کسی درجہ میں شغف اور ہماری بعد کی نسل تو ٹیلر ماسٹرز کی روزی اپنے نصیب میں لکھوا کر آئی ہے۔کپڑوں کی معمولی درستی کے لئے بھی ٹیلر کی محتاج ہے۔ٹوٹے بٹن جو شوہر کی قمیض کا تو ماسی چاک گریباں کو رفو کرتی نظر آتی ہے۔امی جان کے سرہانے تکیے کے نیچے رکھے رسالوں ''حور'' اور ''زیب النسا'' میں یہ پکے دھاگوں کے اشتہار نظر آتے تھے۔سو یہ اشتہار گردش ایام کو پیچھے کی طرف لوٹا دیتا ہے۔

☆......☆......☆

کرامت بخاری۔لاہور

آپ کا چمن بتول ہمیشہ کی طرح اچھی تحریروں کے ساتھ باصرہ نواز ہوا، نجمہ یاسمین یوسف نے احمد فراز کی زمین میں کامیاب تجربہ کیا ہے۔محترمہ عذرا مرزا کی نظم اچھی لگی ، باقی بھی غزلیات معیاری ہیں ، مضامین بھی جامع ،وسیع اور موثر نظر آئے۔

اللہ کرے آپ کا یہ چمن آراستہ رہے یہاں ہر طرح کے پھول پرندے اور پھل دل لبھاتے رہیں ، اصلاح احوال کے پہلو اور اپنی تہذیب ، اقتدار اور اپنے کلچر کی بات ہوتی رہے۔حقوق نسواں کی آڑ میں مغرب کی یلغار کا دھیان بھی رکھنا واجب ہے۔ملک میں اکا دکا ایسے واقعات رپورٹ ہوئے ہیں جنہوں نے کافی پریشان کیا،ڈھیروں،دعائیں، توازن، اعتدال اور بردباری ہمارا وطیرہ ہونا چاہیے۔اللہ آپ کو زندگی اور صحت سے نوازے۔

☆......☆......☆

سیدہ فاطمہ گیلانی۔ساہیوال

مادراں راسوہ کامل بتول پیشانی پر لکھے ہوئے بتول اپریل جلوہ گر ہوا ہمیشہ کی طرح تابناک دوسروں کے لئے اور خودنمناک امت خصوصاً پاکستان کے لئے ۔مگر ماشا اللہ ان راہوں کو اپنانے والے استقامت کے پہاڑ بن کر دکھاتے ہیں۔

اس دفعہ فائقہ سلمان نے عورت اور صبر پر پوری حق گوئی کا حق ادا کر دیا کہ ہم لوگ ہندو کی شرافت اور صبر کو اسلامی شرافت اور صبر سمجھتے ہیں کیسا ظلم اور بے انصافی ہے، جہالت عظیم ہے ۔صبیحہ نبوت نے بھی انصاف کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے نہیں دیا۔ پوری صاف گوئی سے اچھے کو اچھا اور برے کو برا کہا کیونکہ ہمیں حکم ہے کہ انصاف کا دامن نہیں چھوڑنا۔ ہم اپنی غلطیوں کا بوجھ غیروں پر ڈال کر بری الذمہ ہو جاتے ہیں کبھی مغرب قصوروار ہے کبھی میڈیا کی غلطی ہے۔اور ہم خود کس مرض کا علاج ہیں؟

بشریٰ تسنیم نے جنت کی تعمیر کا طریقہ ذرا مشکل طریقے سے سمجھایا قرآن حکیم آسان لفظوں میں تربیت کرتا ہے کہ برائی اور بھلائی برابر نہیں ہوتے برائی کا دفاع بھلائی سے کرو تمہارا دشمن تمہارا دلی دوست بن جائے گا لیکن یہ بڑے نصیبوں کی بات ہے۔

ماشاءاللہ مئی کا شمارہ چار تاریخ کو موصول ہو گیا کیونکہ براہ راست شروع ہو گیا ہے الحمدللہ۔ بیٹی صائمہ اسما نے ارباب اختیار کو خوب آڑے ہاتھوں لیا ہے، ان کی خود ساختہ لغت کا خوب تذکرہ ہے ۔حقیقت من وعن پیش کر دی نہایت اہم اور سنجیدہ معاملات پر توجہ دلائی ہے۔ کاش کسی اندر باہر والے کو اثر ہو جائے! جمعہ شعار ملت اور حضرت عائشہؓ کا طریقہ تعلیم بڑی ہی موثر اور اہم تحریریں ہیں سید انسانیت اور حقوق نسواں واقعی خاص مضمون ہیں ،دوعظیم ہار بڑے پیار سے لکھی گئی تحریر ہے ،عروسی جوڑا اصلاحی افسانہ ہے اہم مسئلے کا حل ہے شجر پہ بور عنوان کے عین مطابق ہے، فاتح مفید تحریر ہے ۔بیگموں کی باتیں حقیقت پر مبنی ہے بیگمات بھول جاتی ہیں کہ نوکر بھی انسان ہوتے ہیں وہ بھی تھک جاتے ہیں ،آس، عکس اور خالی دامن نصیحت آموز تحریریں ہیں۔ ابھی امید باقی ہے دل کو دکھی کر گیا البتہ جہاں چند خدا ترس لوگوں کی کوششوں کا لکھا ہے تو وہ تھک کر سمجھوتہ کر کے بیٹھ نہیں گئے ۔ انہوں نے اپنی کوششیں جاری رکھیں۔ بچوں کو شہید کروایا۔ مال اسباب لٹوائے ہجرتیں کیں، حتیٰ کہ اب تک پاکستان کی محبت میں ان کے گلے میں پھانسیوں کے پھندے ڈالے مار رہے ہیں۔ انشاءاللہ پاکستان انہی کا ہے، آخر کار انہوں نے ہی سنبھالنا ہے کراچی کو پاکستان کو۔ دل آیا وچلی تے بڑا پیارا ٹوٹکہ ہے سمجھنے سمجھانے کا، اپنے غمخوار سے ملئے بڑا اچھا موضوع چنا بشریٰ تسنیم نے، آخر میں حافظ یوسف سراج بھائی آپ نے بڑے ہی پیارے انداز میں امت کی بیٹیوں کو سمجھایا ہے۔ اتنا نرم اور درد، تڑپ، محبت، پیار والا انداز اسی لئے تو آپ کا کالم منتخب ہوا ہے۔

☆......☆......☆

روبینہ اعجاز۔کراچی

مئی کا بتول ہمیشہ کی طرح تعمیری اور اصلاحی ہے۔تمام لکھاریوں نے اس چمن کی خوب آبیاری کی ہے۔تمام سلسلے خوب ہیں۔قانتہ رابعہ کی کہانی کا پیغام بہت اچھا ہے۔اس مہنگائی کے دور میں سادگی اپنائیں تو ہمارے بہت سے خود ساختہ مسائل کم ہو جائیں گے۔کئی ماہ سے فرحت طاہر کی غیر موجودگی از حد محسوس ہو رہی ہے۔ وہ تو ہمیں بھی بچپن کی یادیں تازہ کروا دیتی تھیں ۔شاعری بھی بہت اچھی ہے ۔ افشاں نوید کو اللہ نے خوب زور قلم عطا کیا ہے اللہ کرے یہ یونہی رواں رہے۔قرآنی واقعات کو بیان کر کے سہل انداز میں خاص پیغام دیئے کہ ہمارے معاشرے میں عیب جوئی عام ہے۔اللہ تعالیٰ اس چمن کو ہمیشہ شاداب رکھے۔آمین

☆......☆......☆

وقت زندگی ہے

ہم اپنی زندگی کے روز و شب گزارتے چلے جا رہے ہیں مگر ان سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔ صبح سے شام ہمارے کام ہی ختم نہیں ہوتے۔ کرنا بہت کچھ چاہتے ہیں مگر وقت ہی نہیں ملتا، حالانکہ وقت سب کے پاس ایک جیسا ہی ہے، مگر پتہ نہیں کیوں پتہ ہی نہیں چلتا کہ وقت کہاں گیا؟ کہتے ہیں وقت ایک ربڑ بینڈ کی طرح ہوتا ہے جتنا کھینچتے جاؤ، یہ بڑا ہوجاتا ہے اور اگر چھوڑ دو تو بالکل چھوٹا سا رہ جاتا ہے۔

اگر ہم اسی وقت کے ساتھ اپنے بہت سے مقاصد کو پورا کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں اپنی زندگی میں بہت کچھ سمجھنا ہوگا۔ جیسے:

(۱) ہمارا ہر سکینڈ قیمتی ہے

اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے وقت میں سے ہم نے دنیا کے کاموں کے لئے بھی وقت نکالنا اور آخرت کی کھیتی بھی بونی ہے، لہٰذا اپنے وقت کا لمحہ لمحہ قیمتی جانیں اور اپنی نیت کو خالص کرتے ہوئے، دنیا اور آخرت کی تیاری ایک ساتھ کریں، مثلاً کاموں کے دوران سنتوں پر عمل کرنے کی بھرپور کوشش کریں، گھر کے کاموں کو خدا کی رضا سمجھ کر کریں، کسی سے ملنے جانا ہو تو خلوص دل سے اللہ کی رضا کے لئے جائیں بات کریں تو مسکرا کر، اگر آپ کی نیت خالص ہوجائے گی تو ناکامی بھی آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی اور نہ لوگوں کی باتوں سے آپ دلگرفتہ ہوں گے۔

(۲) منصوبہ بندی

دوسری اہم چیز ہے کہ آپ ایک ہی کام پر اپنا وقت کھپانے کے بجائے منصوبہ بندی کو اہمیت دیتے ہوئے ہر کام کے کچھ وقت مقرر کریں روزانہ صبح اپنے کاموں کی منصوبہ بندی کریں اور چیتے کی طرح ٹارگٹ پر عمل کریں۔

(۳) فضول کاموں سے پرہیز

آپ بڑے بڑے کام بھی کر سکتے ہیں لیکن اگر اپنی زندگی سے فضول اور لایعنی چیزوں کو نکال دیں جیسے، (۱) دیر تک سونا (۲) غیر ضروری فیس بک اور نیٹ کا استعمال (۳) فون پر لایعنی گفتگو (۴) بے مقصد بازاروں میں گردش کرنا (۵) وقت گزاری کے لئے فلمیں اور ڈرامے دیکھنا (۲) غیبت کرنا مختصراً اس بات کو یاد رکھیں کہ جو وقت کو کھوتا ہے وقت اسے کھو دیتا ہے۔

(۴) سستی اور کاہلی کو زندگی سے نکال دیں

یہ بہت ضرور ہے کہ سستی، کاہلی اور صرف سوچتے رہنے کو اپنی زندگی سے نکال دیں اور جو بھی کام کرنا چاہتے ہیں اس کا آغاز کر دیں وہ بڑے بڑے کام جن کے لئے ہمارا دل چاہتا ہے مگر وقت نہیں ہوتا، مثلاً اگر ہم قرآن حفظ کرنا چاہتے ہیں تو بھی صرف سوچیں مت، بلکہ صرف ایک آیت کو ہی روزانہ مستقل مزاجی سے یاد کر کے انشاء اللہ آپ کامیاب ہوجائیں گے۔

(۵) اپنی سوچ کو مثبت بنائیں

دوسروں کے بارے میں اچھا گمان رکھیں، اس سے نہ صرف آپ ذہنی اذیت سے بچ جائیں گے۔ بلکہ آپ بہت کچھ اچھا سوچنے کے قابل ہوجائیں گے۔

(٦) ذہنی دباؤ

ہماری بڑی بڑی بیماریاں بلکہ تقریباً 85 فیصد بیماریاں ہمارے ذہنی دباؤ کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ لہٰذا ذہنی دباؤ کو اپنے اوپر حاوی مت ہونے دیں مطلب ”کام کو اپنے اوپر سوار مت کریں بلکہ خود کام کے اوپر سوار ہوجائیں۔“ کوشش کریں کام کا آغاز پہلے ہی کر دیں تاکہ وقت پر ذہنی تناؤ کی کیفیت سے بچ سکیں کیونکہ اکثر ذہنی دباؤ کی وجہ سے ہماری قوت

ارادی کمزور ہو جاتی ہے۔بعض اوقات بغیر کسی وجہ کے بھی لوگ ذہنی دباؤ کا شکار ہو جاتے ہیں اس کی اکثر یہ وجوہات ہوتی ہیں،

کسی مقصد کا نا ہونا، منفی سوچ (برے گمان کرنا)

(۷) دل گرفتہ نہ ہوں

اگر پوری کوشش کے باوجود بھی آپ کامیاب نہ ہو سکیں، تو دلگرفتہ نہ ہوں بلکہ اسے خدا کی مصلحت سمجھ کر اس میں خیر کا پہلو تلاش کریں،

(۸) اپنی صحت کا خیال رکھیں

ہر کام کی منصوبہ بندی کرتے وقت اپنے آپ اور اپنی صحت پر بھی توجہ دیں کیونکہ جان ہے تو جہان ہے'' اگر آپ کی صحت اچھی ہوگی تو ہی آپ دوسروں کا خیال بھی رکھ سکیں گے۔

(۹) شکر ادا کرتے رہیں

ہر دم اپنے اندر شکر گزاری کا جذبہ پیدا کریں، جو بھی کریں اس پر شکر ادا کریں، یہ سوچیں کہ ہمارے پاس خدا کی دی ہوئی کتنی نعمتیں ہیں، اس سے آپ ذہنی طور پر مطمئن رہیں گے اور آپ کی صلاحیتوں میں اضافہ ہوگا، یہ وہ چند چیزیں ہیں جن پر عمل کر کے آپ بہت سا وقت بچا کر اپنے پسندیدہ کام کر سکتے ہیں لہٰذا اپنے وقت کو قیمتی جانیں کیونکہ

''انسان وقت تو گزارتا ہے مگر وقت انسان کو گزار دیتا ہے''

☆......☆......☆

اے مالک (نثر پارہ)

شاہدہ ناز قاضی۔لاہور

اے مالکِ کون ومکاں

اے رب دوجہاں، اے مالک ارض وسما

آج تیرافقیرتیرے در پہ ہے

اے سب سے بڑھ کرعطا کرنے والے

میرے درد کی دوا کرنے والے

اک عاجز اور بے توقیر تیرے در پہ ہے

اے موت وحیات کے خالق اے یوم جزا کے مالک

سر جھکائے، ہوئے ایک ادنیٰ، صغیر تیرے در پہ ہے

اے سامع، اے بصیر، اے مالکِ تقدیر

فریاد سن کہ اک دل گرفتہ دل گیر تیرے در پہ ہے

اے فریادوں کو سننے والے ٹوٹے دلوں کے شیشے چننے والے

اک بے سروساماں تباہ حال ودلگیر تیرے در پہ ہے

اے بخشنے والے گناہ گاروں کے اے معاف کرنے والے خطا کاروں کے

اک گناہ گار، بخشش کا طلب گار، پر تقصیر تیرے در پہ ہے

اے نیکو کاروں پہ مہربان، ہر درد کے درماں

معاف کردے کہ اک کاغذ بے تحریر تیرے در پہ ہے

☆......☆......☆

ایوان صدر میں تراویح

ثریا بتول علوی۔لاہور

یہ 1996ء کی بات ہے ایک بیٹی خدیجہ طاہرہ ایک دن کہنے لگی ''ابا جان میں نے ایک خواب دیکھا ہے کہ میں ایوان صدر اسلام آباد میں نماز تراویح پڑھا رہی ہوں'' ان کے والد صاحب نے مجھے کہا کہ ''اب اپنی بچی کے لئے ایوان صدر اسلام آباد نمازِ تراویح پڑھانے کا بندوبست کرو'' خدیجہ قرآن مجید بہت خوبصورت لب ولہجے میں پڑھتی تھی۔

میں نے اپنے ذہن پر دباؤ ڈالا کہ یہ کام کس طرح انجام پا سکتا ہے۔آخر میں نے محترمہ فرحت ہاشمی صاحبہ بانی الہدیٰ انٹرنیشنل کو فون کیا جن سے میری کچھ دعا سلام تھی اورابھی ان کا یہ ادارہ بھی ابتدائی مراحل میں تھا۔اس وقت وہ ایوانِ صدر اسلام آباد میں جا کر درس قرآن دیتی تھیں۔ان کو بیٹی کا خواب سنایا اوران سے رہنمائی چاہی اور پھر ان کی تجویز پر میں رمضان المبارک سے ایک ماہ قبل خدیجہ طاہرہ کو ان کے پاس لے گئی۔انہوں نے اپنا کارڈ اور اپنی گاڑی ساتھ بھیج دی اوراس طرح میں اپنی بیٹی کے ہمراہ ایوان صدر اسلام آباد کی عمارت میں پہنچ گئی۔

ہمیں ڈرائنگ روم میں بٹھا دیا گیا۔کچھ دیر بعد بیگم فاروق لغاری تشریف لائیں۔انہوں نے کچھ ابتدائی تعارف کے بعد خدیجہ طاہرہ کی تلاوت سنی اور پھر منظوری دے دی کہ ''جی ہاں ٹھیک ہے یہ ہمارے ہاں رمضان المبارک میں نمازِ تراویح پڑھائے گی۔''

ان دنوں اسلام آباد میں میری بڑی بیٹی سعدیہ صدیقہ رہائش پذیر تھی۔ چنانچہ رمضان المبارک میں خدیجہ طاہرہ اور اس کے ساتھ چھوٹی بیٹی ریحانہ کوثر کو میں اسلام آباد بہن کے پاس چھوڑ آئی۔افطاری کے فوراً بعد ایوان صدر سے گاڑی آتی اوران دونوں کو لے جاتی۔انکو ایوان صدر کا خصوصی پاس دے دیا گیا تھا۔کبھی کبھار سعدیہ صدیقہ بھی ان کے ساتھ چلی جاتی۔خدیجہ طاہرہ نماز پڑھاتی تو حافظ ریحانہ کوثر اس کے ساتھ سامع ہوتی تھی۔

پہلے دن حافظہ خدیجہ طاہرہ نے اپنے خوبصورت لہجہ میں نماز پڑھائی تو بقول اس کے اس کے ساتھ نماز پڑھنے والی خواتین بہت خوش ہوئیں۔ اس کی تجوید اور اس کی نماز پڑھانے کا انداز، سب ان کو بہت پسند آئے۔ کچھ خواتین نے ہاتھ چوم لئے اور کہنے لگیں ''بیٹا! آپ نے تو ہمیں یہاں اسلام آباد میں ہی حرم مکہ کے قاری صاحب کی یاد تازہ کروادی ہے۔'' (حافظہ خدیجہ طاہرہ امام کعبہ قاری سدیس حفظہ اللہ تعالیٰ کے انداز میں تلاوت کرتی تھی)۔ چنانچہ پورا رمضان المبارک دونوں بیٹیاں اسلام آباد میں رہیں اور وہاں ایوانِ صدر میں تراویح پڑھاتی رہیں اور 29ویں تراویح کے ساتھ ختم قرآن کی سعادت حاصل کی۔

☆......☆......☆

زیادہ نیکیاں کیسے کمائیں

آمنہ منظور۔ایبٹ آباد

نیکیوں کا موسم بہار ماہِ صیام آیا ہی چاہتا ہے۔روزہ جس کی فرضیت کی غرض وغایت یہ بتائی گئی ہے کہ تقویٰ کی صفت پیدا ہو۔

لہٰذا بہت چوکنا رہنے کی ضرورت ہے کہ کہیں احادیث کے مطابق ہمارے روزے صرف بھوک اور پیاس کی شدت نہ بن جائیں اور تقویٰ کا حصول خواب وخیال ہوجائے۔

روزے میں اپنی نگاہ، زبان، کان اور تمام اعضاء کا خصوصی خیال رکھنا چاہیے کہ نیکی کے حصول میں لگے رہیں، گناہ اور ممنوعات کے قریب بھی نہ پھٹکیں، اس کے لئے رمضان کی آمد سے قبل ہی اپنی اور گھر والوں کی تیاری کروانی چاہیے۔

گھر کے بیشتر کام جو پہلے ہو سکتے ہوں، ماہِ مبارک شروع ہونے سے پہلے ہی کر لینے چاہئیں۔ کچھ سامان خوردونوش گھر والوں کی پسند کی مناسبت سے پکا کر فریز کیا جا سکتا ہے۔ تاکہ ماہ رمضان کا قیمتی وقت عبادات اور آرام میں صرف ہو۔ نبیؐ کے فرمان کے مطابق جب روزہ دار دن میں رات کی بے آرامی اور تھکان کو دور کرنے کے لئے آرام کرتا ہے تو وہ بھی عبادت میں شمار ہوتا ہے۔

عید کی شاپنگ، کپڑے سینا یا سلوانا یہ کام بھی رمضان کی آمد سے قبل ہی کر لینا بہتر ہے تاکہ روزے میں بازار کے رش اور تھکاوٹ سے بچا جا سکے۔

بعض خواتین کو صفائی کا حد درجہ شوق ہوتا ہے اور صفائی نصف ایمان بھی ہے اس طرح آخری روزوں میں گھر کا رنگ روغن پردے دھونے وغیرہ میں مصروف ہو کر قیمتی لمحات دنیاوی کاموں میں ضائع ہو جاتے ہیں۔ اور روزے کی کمزوری اور کام زیادہ کرنے سے خواتین بیماری کا شکار ہو جاتی ہیں۔ لہٰذا یہ کام بھی رمضان سے قبل ہی نمٹا لیں تو بہتر ہے۔عید کی تیاری نہ سہی استقبال رمضان بھی باعثِ ثواب ہے۔

افطاری میں کھانے کا سامان بہت زیادہ تیار کرنے سے محنت، اور اخراجات بہت بڑھ جاتے ہیں حالانکہ روزہ کھول کر اتنا سامان کھایا نہیں جاتا اور اگر کھالیں تو طبیعت کی گرانی کا سبب بنتا ہے۔لہٰذا افطاری کا اہتمام ضرور کیجئے مگر اعتدال کے ساتھ ایسا نہ ہو آپ ہلکان بھی ہوں، زیرِ بار بھی اور گھر والے بیمار بھی، دوائیوں کا خرچ اور پریشانی الگ۔ یہ چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں جن پر عمل کر کے ہم رمضان میں زیادہ ثواب کما سکتے ہیں۔

شکرگزاری کا کلچر

صوفیہ ڈار۔کراچی

سامان سے لدی ہوئی جب میں گھر پہنچی تو صوفے پر گرتے ہی میں نے ملازمہ کو آواز دی۔

''شازیہ! ذرا ٹھنڈا پانی تو پلانا اور یہ اے سی بھی چلا دینا۔ اف اتنی گرمی ہے باہر کہ جان نکلنے کو آتی ہے۔ سارے ملک میں بارشیں ہو رہی ہیں مگر کراچی والوں کی قسمت ایسی کہاں ۔۔۔۔۔ اور نہ جانے یہ گرمی اتنی کیوں ہے؟ ٹریفک کی تو مت پوچھو ایک گھنٹے کا کام ہو تو دو گھنٹے تو صرف آنے جانے میں ہی لگ جاتے ہیں''۔

میں مسلسل بڑبڑائے جا رہی تھی کہ ملازمہ نے ٹھنڈے پانی کا گلاس مجھے پکڑا یا۔ میں نے ایک اچٹتی ہوئی نظر اس پر ڈالتے ہوئے گلاس پکڑ لیا۔ پسینے میں شرابور شازیہ واپس کچن میں لوٹ گئی۔

مزے دار پانی کی ٹھنڈک میرے پورے جسم میں اتر گئی تو جیسے میں اپنے حواسوں میں واپس آ گئی اور چند لمحے پہلے کہے گئے جملے میرے کانوں میں گونجنے لگے۔ ایک دم مجھے احساس ہوا کہ کس قدر ناشکری کے یہ جملے تھے جو میں بے خیالی میں کہہ گئی۔ ایک دم خیال آیا کہ کیا ٹھنڈے کمرے میں ٹھنڈے پانی سے لطف اندوز ہوتے ہوئے مجھے یہ جملے کہنے چاہئیں تھے؟ میں، جس کے سامنے ابھی ابھی کی گئی شاپنگ کے بیگ بھرے پڑے تھے، کیا مجھے یہ زیب دیتا ہے؟

اسی دوران ایک مرتبہ پھر کچن میں کام کرتی شازیہ پر میری نظر پڑی جو کہ اس گرمی میں کچن میں کام کرنے پر مجبور تھی۔ ایک احساس ندامت میرے پورے وجود میں سرائیت کر گیا، اور مجھے شدت سے احساس ہوا کہ ہم سب اپنے رب کی کس قدر ناشکری کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی مجھے اپنے اردگرد کی خواتین کا خیال آیا جو سب ہی اس قسم کی شکایات دن رات ایک دوسری سے کرتی رہتی ہیں اور مجھ سمیت سب ہی ناشکری اور کفران نعمت کرتی رہتی ہیں۔ اسی لیے آج قلم اٹھایا کہ دوسروں تک بھی یہ بات پہنچاؤں کہ ہم شکر کرنے کی عادت ڈالیں۔

شکر کیا ہے؟ اعتراف نعمت! یعنی اس بات کا احساس کہ اللہ نے مجھے بہت نوازا ہے۔ جس شخص کے اندر یہ احساس ہوتا ہے وہ خود بھی خوش رہتا ہے اور اپنے اردگرد والوں میں بھی خوشیاں بکھیرتا ہے۔ جبکہ ناشکرا انسان جلن کڑھن کا شکار رہتا ہے، اور دوسروں میں بھی یہی بانٹے گا کیونکہ انسان دوسروں کو وہی دیتا ہے جو اس کے پاس ہوتا ہے۔

شکر گزار انسان سے اس کا رب بھی راضی ہوتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ البقرہ میں خود فرمایا ’’پس تم مجھے یاد رکھو میں تمہیں یاد رکھوں گا اور میری ناشکری نہ کرو (۲:۱۵۲)۔ یعنی اللہ کو پسند ہے کہ بندہ اس کا شکر ادا کرے۔ اور شکر ادا کرنے کے لیے بڑی نعمتوں کا انتظار نہیں کرنا چاہیئے بلکہ چھوٹی چھوٹی نعمتوں پر بھی شکر ادا کرنے کی عادت ڈالنی چاہیئے، کیونکہ ہم اگر چاہیں بھی تو اپنے رب کی نعمتوں کو گن نہیں سکتے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خود ہی فرمادیا۔ ’’اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننا چاہو بھی تو گن نہیں سکتے‘‘ (سورہ ابراہیم: ۳۴)۔

تو آیئے آج سے ہم سب اپنے آپ سے ایک وعدہ کریں کہ ہر ایک چیز پر اپنے رب کا شکر ادا کریں گے اور اگر کوئی ہمارے سامنے ناشکری کی بات بھی کرے تو محبت سے اسے ان نعمتوں کی یاددہانی کروادیں جو اسے وقتی طور پر نظر نہیں آ رہیں۔ اسی طرح ہم شکر گزاری کا ایک کلچر پیدا کریں گے۔ اسی کوشش میں یہ میں نے زندگی میں پہلی مرتبہ کوئی تحریر لکھ کر کسی میگزین میں بھیجنے کی جسارت کی ہے تا کہ اس کلچر کو رواج دوں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنا شکر گزار بندہ بنائے (آمین)

☆......☆......☆

ماسی فیض

مزنہ سید۔ کراچی

فیض احمد فیض کی ہم نام ماسی فیض تھوڑی سی چلبلی، تھوڑی سی سادہ، تو ذرا سی شوخ طبیعت کی مالک ہے۔ ماسی فیض کو دیکھ کر لگتا بھی نہیں ہے کہ وہ نصف صدی کا پہیہ عبور کر چکی ہے اور اب اس کے یہاں پوتوں پوتیوں اور نواسوں نواسیوں کی لمبی لائن لگی ہوئی ہے۔ وہ ماسی جو اپنی سادہ سی گفتگو کی بدولت سب کا دل موہ لیتی ہے کہ کوئی سننا نہ بھی چاہے تو بھی روک کر سننا پڑ ہی جاتا ہے، پھر ان کی باتوں کی گہرائی آپ کو گفتگو کے اختتام تک تھام کر رکھتی ہے۔

اس بار ماسی فیض اپنی پوتیوں کی شادی کا بلاوا لے کر آئی۔

باجی اگلے ہفتے میری پوتیوں کی شادی ہے، آپ آنا، گزشتہ آٹھ سالوں سے ہمارے گھر میں کام کرنے والی ماسی فیض کھنکارتے ہوئے بولی۔

اچھا کتنے دنوں کیلئے نہیں آؤ گی؟ امی بھی اس کی دعوت کے بجائے چھٹیوں پر نظر ڈالتے ہوئے بولیں جیسے انھیں اسی سے مطلب ہو۔

کم سے کم ایک ہفتہ تو لگ جائے گا باجی، تین پوتیوں کی شادی ہے! وہ بھی دھڑلے سے بولی۔

تین پوتیوں کی شادی؟ میں حیرانی سے بیچ میں بول پڑی۔ ان آٹھ سالوں میں ہم چھ بہن بھائیوں میں سے کوئی دو کی شادی ہوئی ہے

اور یہ پوتیوں تک پہنچ گئیں۔

لیکن پچھلے برس تو تمہارے بیٹے کی شادی تھی اور اب پوتیاں؟ میں کچھ پریشان ہوکر بولی۔

ارے بیٹی وہ تو میرا سب سے چھوٹا پتر تھا اور یہ بچیاں تو بڑے والے کی ہیں، میرے بھولے پن پر وہ ہنستے ہوئے بولی۔

اچھاتم بس کرو۔امی نے مجھے چپ کراتے ہوئے ڈانٹا۔

مبارک ہو ماسی، تمہیں اگر کچھ چاہیے ہوتو بتا دینا، امی نے کہا۔

جی باجی ضرورت تو ہے، بس جو آپ خوشی سے دیں وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

ٹھیک ہے تمہارے صاحب سے بات کرتی ہوں۔

ویسے ماسی ایک بات تو بتاؤ، تمہارے یہاں لڑکی کی شادی کیلئے لڑکے میں کیا دیکھتے ہیں؟ میں بھی وہ سوال پوچھے بنا نہ رہ سکی جو کب سے مجھے تنگ کر رہا تھا۔

بس پتر! لڑکا شریف ہو اور محنت مزدوری کرتا ہو تو بہتر ہے ورنہ کوئی بات نہیں ہمارے یہاں تو عورتیں زیادہ کماتی ہیں، مرد تو بہت ہی نکمے ہوتے ہیں۔

کیا مطلب؟

بس ذرا کام چور ہوتے ہیں۔لیکن کسی کو کام کرنیوالا مل جائے تو ڈاڈی خوش نصیب آ۔

اور کچھ نہیں دیکھتے؟ مطلب کہاں کام کرتا ہے......ڈیفنس میں یا محمود آباد کے علاقے میں؟

ارے پتری ہمیں علاقے کا کیا کرنا......شادی تو لڑکے سے کرنی ہے علاقے سے تھوڑی، وہ بولی۔

لیکن پھر بھی ماسی اس سے کمائی، بول چال، خاندان کا فرق تو پتہ چلتا ہوگا نا، میں نے کہا

ارے پتری یہاں لڑکا شریف مل جائے تو یہی غنیمت ہے ورنہ ہم تھوڑی بڑے لوگوں کی طرح تعلیم اور علاقے دیکھتے پھرتے ہیں۔ یہاں تو جن کے پاس تعلیم ہے ان کے پاس اچھے علاقے نہیں اور جن کے پاس علاقے ہیں ان کے پاس تعلیم نہیں۔ پتا نہیں یہ بڑے لوگ کیا دیکھتے پھرتے ہیں۔ان کا تو بس چلے تو اپنی پسند کا کھلونا بنوالیں۔

اس کی کڑوی مگر سچ بات سن کر مجھے بھی ہنسی آ گئی۔ وہ بیچاری ان پڑھ ہوکر بھی شرافت کو اہمیت دے رہی ہے اور ہم پڑھے لکھے ہوکر بھی علاقوں کو اہمیت دیتے ہیں اور اب تو حال یہ ہے کہ پہلے نمبر پر علاقہ پھر گاڑی پھر کہیں جا کر تیسرے چوتھے نمبر پر ہمیں یاد آتا ہے تعلیم بھی تو ہے ! یا پھر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہم اتنے تعلیم یافتہ لوگ ہوگئے ہیں کہ اب تو تعلیم کی اہمیت ہی ختم ہوگئی۔ اب تو آپ کو صرف یہ پتہ چل جائے کہ فلاں بندہ یا بندی رہتے کہاں ہیں تو باقی اسکی شجرہ سازی تو آپ کا ذہن خود ہی کرلے گا کہ اس بیچارے شریف نفس کا اسٹیٹس کیا ہے یا دوسرے آسان معنوں میں اوقات۔

کیا تعلیم واقعی ہمارے رویوں میں تبدیلی لا رہی ہے یا ہمیں ''اسٹیٹس کونشیس'' بنا رہی ہے؟ ماسی فیض کے پاس تعلیم نہیں ہے لیکن وہ مختصر علم ضرور ہے جس نے اس کی سوچ میں نکھار پیدا کر رکھا ہے۔ اسی سوچ کی تو ہمارے معاشرے میں ضرورت ہے کہ لوگوں کو انکی قابلیت کے بجائے ان کے علاقوں سے شناخت نہ کریں ورنہ ہم خود اپنی ہی عقلوں اور تعلیم پر شک کرنے لگیں گے۔ یہ اس معاشرہ کی سوچ نہیں ہو سکتی جو تعلیم سے تقویت پاتا ہے بلکہ یہ اس معاشرہ کی سوچ ہے جو بے جا خواہشوں کی قید میں لپٹا ہوا ہے۔

☆......☆......☆

اعتراف (ایک کھلا خط)

روبینہ عاطف

پیاری بہن فریدہ خالد۔ السلام علیکم!

امید ہے خیریت سے ہوں گی۔ فروری 2016ء کے شمارے میں آپ کی تحریر ''بتول دیارِ غیر میں'' پڑھ کر جن کیفیات سے گذری سوچا آپ کے ساتھ بانٹ لوں۔ تحریر کے آغاز میں آپ نے عظمیٰ پروین کی تحریر سے حاصل کردہ سکون کا ذکر کیا۔ تو پڑھ کر بہت حسرت سے سوچا کہ کتنے خوش قسمت ہیں وہ لکھاری جن کی تحریر سے لوگ کچھ حاصل کرتے ہیں۔ پھر جب اگلی چند سطروں میں اپنی تحریر کے بارے میں

پڑھا تو خوشی کا عالم نہ پوچھیں۔ گھر میں سب کو پرانے رسالوں میں سے نکال کر اپنی تحریر اور آپ کا تبصرہ بھی پڑھوایا۔ ڈاکٹر فرات غضنفر (سعیدہ احسن کی صاحبزادی) جو حریم ادب میں دیگر لکھاری ساتھیوں کے ساتھ ہم نئے لکھنے والوں کی تحاریر کی اصلاح کرتی ہیں انہیں بھی فون کر کے سنائی۔ خوشی اور فخر کا احساس تھا کہ بڑھتا جا رہا تھا۔ اچانک اس کی جگہ شرمندگی نے لے لی کہ میں بار بار میری تحریر میری تحریر کرتی جا رہی ہوں جو مولا لکھنے میں میری مدد کرتا ہے اس کا کوئی ذکر ہی نہیں کیا۔

میں تو کچھ لکھنے کے قابل نہ تھی۔ مجھے یاد ہے پہلی بار حریم ادب میں شرکت کی تو ڈاکٹر فرات نے کہا اگلی بار کچھ لکھ کر لائیے گا۔ عجیب سی فرمائش تھی۔ سب لوگ اچھے لگے تھے اور دوبارہ ملنے کی خواہش بھی تھی۔ لیکن لکھوں کیا؟ اور کیسے؟ میں نے تو کبھی گھر کے سودے کی فہرست کے سوا کچھ نہیں لکھا تھا۔ حد تو یہ ہے کہ بچوں کے سکول کا کام کرواتے ہوئے اگر مضمون تو کیا جملے بھی بنانے ہوتے تو میں ان کے والد کے حوالے کر دیتی تھی کہ یہ مجھ سے نہیں ہوتا۔ کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کیا کروں۔ آئندہ جاؤں ہی نہیں؟

پھر 2011 میں پاکستان انڈیا سے سیمی فائنل میں ہار گیا۔ دل بہت اداس تھا کچھ کرنے کو دل نہیں چاہ رہا تھا۔ اگلے دن حریم ادب کی محفل تھی میں نے اللہ تعالیٰ سے مدد مانگی اور پہلی تحریر اسی ہار کے حوالے سے لکھ کر وہاں سنائی۔ سب نے بہت پسند کی۔ پھر تو سلسلہ چل نکلا۔ ہر بار سوچتی ہوں کہ اس بار جلد ہی کچھ لکھ لوں گی لیکن سارا مہینہ آج، کل صبح، شام کرتے گزر جاتا ہے اور آخری جمعرات آ جاتی ہے۔ پھر وہی افراتفری کیا لکھوں؟ کیسے لکھوں؟ ذات باری کے آگے منت کرتی ہوں، ہر بار عزت رہ جاتی ہے۔

آج سوچا کہ سب کے سامنے اعتراف کر لوں کہ میں روبینہ عاطف کچھ بھی لکھنے کے قابل نہیں یہ سب اس کی مدد سے ہوتا ہے۔ اے میرے رب تیرا شکر تو نے اس قابل کیا کہ کچھ لکھ سکوں اور میرا لکھا کسی کے کام آئے سبحان اللہ رب کے بنائے سلسلے کیا خوب ہیں۔ ڈاکٹر فرات کے ابھارنے پر مجھ جیسی گھریلو خاتون کا کچھ لکھنا، حریم ادب کے ساتھیوں کی رہنمائی اور حوصلہ افزائی، آسیہ باجی (آسیہ راشد) کا بتول کے لئے میری تحاریر کا انتخاب، میری تحریر سے آپ کا کچھ پانا اور آپ کی تحریر کا مجھے کچھ دے جانا سب اس کی کرم نوازی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو خیر بانٹنے اور پھیلانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆......☆......☆

گھریلو سکون کا نسخہ

بنت حوا

یہ چیز بار بار مشاہدے میں آ رہی ہے کہ ہم نے جب سے قرآن کے معیارات کو چھوڑا ہے دکھ ہی پائے ہیں اگر ظاہری چیزیں سکھ دے سکتیں تو سارے انسان سکھی ہی ہوتے۔ میرے گھر کو بھی اللہ پاک نظر بد سے بچائے میرے والد صاحب نے بیٹیاں دینے میں بھی عقیدہ توحید حلال روزی، اور نماز کی پابندی کو دیکھا اللہ کے فضل و کرم سے سب بچیاں اپنے گھروں میں خوش ہیں چھوٹی موٹی باتیں تو سب گھروں میں ہو ہی جاتی ہیں کیونکہ انسان فرشتے نہیں ہوتے اسی طرح بہوئیں لانے میں بھی یہی معیار رکھا۔ اپنے جیسے درمیانے لوگ ہی چنے، پیسے کا کوئی لالچ نہیں کیا۔ یہ دیکھا کہ بہوئیں قرآن کا فہم رکھنے والی اور نماز کی پابند ہوں۔ نہ ہی یہ دیکھا کہ ان کے گھر پوش علاقوں میں ہیں یا نہیں، بہت امیر اور کھاتے پیتے گھرانے ہیں یا نہیں۔ لیکن اللہ کے فضل و کرم سے سب بھابھی بھائی اپنی جگہ مطمئن ہیں۔ چھوٹی موٹی باتیں گھروں میں چلتی رہتی ہیں۔ اللہ رحم کرے ایسا نہیں ہے کہ سب پیٹھ پیچھے ایک دوسرے کے خلاف ہوں اور ایک دوسرے کی برائیاں ہی سب کا معمول ہوں۔ بس جہاں دین کے جواہر دیکھے ہمارے ماں باپ ان کو لے آئے چاہے ان کے گھر گلیوں یا دور کے علاقوں میں تھے۔ اللہ کو منظور تھا اس نے اپنے فضل و کرم سے نیک لوگوں سے ملایا۔ اللہ پاک بہت مہربان ہے اس کے شکرانے انسان جس قدر بھی کرے تھوڑے ہیں۔ اللہ پاک ہمارے بھائیوں بھابھیوں اور بہنوں کو اپنے گھروں میں شاد آباد رکھے دین دنیا کی کامیابیوں سے نوازے باعمل مسلمان بنائے اور ہمیں اس بات کا مزا لینا نصیب کرے کہ قرآن پر عمل سے گھروں میں کتنا سکون ملتا ہے۔

☆......☆......☆

روزے کا اصل مقصد

روزے کا اصل مقصد اللہ رب العزت کی اطاعت وفرماں برداری کا عملی نمونہ بن کے دکھانا ہے یعنی ''تقویٰ'' اختیار کرنا ہے۔

روزے کا مقصد یہ نہیں کہ انسان خود کو تکلیف میں مبتلا کر کے راہبوں کا مرتبہ پانے کی کوشش کرے یا ایسے مذاہب کے سادھوؤں کی پیروی کرے جن کے ہاں فطری انسانی ضرورتوں کو تج دینا نیکی ہے اور خودکو زیادہ سے زیادہ جسمانی مصیبت میں مبتلا کرنا اعلیٰ درجے کی بزرگانہ شان حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔

اسلام دین فطرت ہے۔ انسان کی فلاح اس کا اصول ہے۔ اس فلاح کے حصول میں کوئی تنگی نہیں رکھی گئی، احکامات وفرائض میں یسر اور آسانی حالات واقعات، صحت تندرستی، عمر، سفر وحضر کے مطابق عطا کی گئی ہے، اس لئے کہ رب العلمین اپنے بندوں پہ مہربان ہے، اس کی رحمت ہر شے پہ چھائی ہوئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ روزے نہ رکھ سکنے والوں کو سہولت دی گئی ہے۔ اب اگر کوئی اس سہولت کو اس رحمت الٰہی کو پس پشت ڈال کر خود کو اذیت میں مبتلا کرتا ہے، اور اپنے متعلقین کو بھی پریشانی میں مبتلا کرتا ہے، تو وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی شفقت نرمی رحمت سے منہ موڑتا ہے، کچھ بیمار بوڑھے لوگ شدید تکلیف اور کمزوری کے باوجود روزہ رکھنے پہ مصر ہوتے ہیں اور دل میں بہت معصومانہ سی خواہش مچل رہی ہوتی ہے کہ اگر موت آنی ہے تو روزے کی حالت میں آئے۔ ہر مومن کی دلی خواہش یہی ہوگی مگر اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی محبت شفقت ہی مطلوب ہے تو اس وقت الرحمن الرحیم ذات یہی تو عطا کر رہی ہے اس مہربانی کو قبول کر لینا ہی اطاعت اور فرماں برداری ہے۔ موت کی تیاری اس طرح خود کو اذیت دے کر نہیں بلکہ اطاعت وفرماں برداری کر کے کرنا زیادہ پسندیدہ ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ سہولت سے فائدہ نہ اٹھانے پہ ناشکر گزاری کا لیبل لگ جائے۔

کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نرمی سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں وہ بھی تقویٰ سے دور ہیں۔ اور جو نرمی شفقت اور محبت کو قبول نہیں کرتے وہ بھی متقی کا درجہ نہیں پا سکتے۔ عبادت کا مقصد خود کو جان بوجھ کر اذیت میں مبتلا کرنا اپنی بیماری کو بڑھاوا دے کر موت کی تمنا کرنا نہیں۔ ایسے طرز عمل کو رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند نہیں فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی طرف سے ہر قسم کے حالات کے مطابق دی گئی ہدایات پہ عمل کرنا ہی اصل عبادت ہے اور یہی تقویٰ ہے۔

روزے کا اصل مقصد (تقویٰ کا حصول) اس وقت بھی پورا نہیں ہوتا جب افطاری کے وقت سارا دن بھوکا پیاسا رہنے کی ''سزا'' پیٹ کو بھگتنی پڑتی ہے۔ روحانی احساسات کی کوئی ایک جھلک بھی افطاری کے بعد روح کو میسر نہیں ہوتی اس کیفیت میں کلام اللہ روح کو کیسے شاد کام کرے گا؟ نڈھال جسم، غنودگی کی حالت میں کس کے رونگٹے کھڑے ہو سکتے ہیں؟ ''ولقد یسرنا القرآن لزکد فھل من مدکر'' کس کے دل پہ دستک دے گا؟

رمضان المبارک کی تیاری میں سب سے پہلا احساس جو ہمیں ہوتا ہے اور جس حدیث پہ ہمارا پختہ یقین ہوتا ہے وہ یہ کہ ''رمضان المبارک میں مومنوں کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے۔'' اس حدیث پہ عمل کرنے کے لئے ہم جت جاتے ہیں اور انواع واقسام کے پکوان کی فہرست ہمارے ''ایمان بالطعام'' کو تقویت دیتی ہے اور ہم وہ کچھ کھانے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں جو سارا سال بھی کھانے کا پروگرام نہ بنایا ہو۔ آخر کیا وجہ ہے کہ رزق کی فراوانی سے ہم ''روحانی رزق'' کی فراوانی مراد کیوں نہیں لیتے؟ کیا ہی اچھا ہو اگر ہم روحانی رزق کو

بڑھانے کی فہرستیں تیار کریں اور پیٹ کو روزہ رکھنے کی ''سزا'' دینے کی بجائے روح کے رزق کی فراوانی کی طرف توجہ کریں جس کا اہتمام اس ماہ مبارک میں کیا گیا ہے' وہ ''اللہ کا دسترخوان'' ہے۔اس سے روح کی طلب پوری کریں۔ اور سارے سال کی کسر پوری کریں اس کی صحت بحال رکھنے کو اگلے گیارہ ماہ کا توشہ بھی تیار کریں کہ اس ماہ مبارک میں مومنوں کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے اور مومن تو قرآن سے پہچانا جاتا ہے۔

شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن

رمضان المبارک پیاسی روح کی سیرابی کا مہینہ ہے اور اس کی شادابی لیلۃ القدر کی تلاش ہے۔ رحمت، مغفرت اور آگ سے رہائی کا پروانہ مل جانا کامیابی کا عنوان ہے۔

☆......☆......☆